اردو خلاصہ

أصول التخريج ودراسة الأسانيد

تاليف

الدكتور محمود الطحان

أستاذ الحديث
بكلية الشريعة والدراسات الاسلامية
جامعة الكويت

تلخيص وترتيب

مفتی صابر محمود صاحب

فاضل جامعہ فاروقیہ کراچی
مدرس ورفیق دار الافتاء جامعہ انوار العلوم شادباغ ملیر ہالٹ کراچی



دار الكتب العلمية

سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی

انتساب

بہ نامِ

اپنی عظیم مادرِ علمی

جامعہ فاروقیہ کراچی

اور اس کے جلیل القدر اساتذۂ کرام و مشائخِ عظام کے نام؛

جن کی فیض بخش آغوش میں «قال اللہ وقال الرسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»

کی ضیا پاشیوں سے شعور نے بال و پر پائے

اور جن کے خلوص و تربیت کے صدقے فہمِ دین اور علومِ نبویہ کی

قدر شناسی نصیب ہوئی۔

اللہ تعالیٰ اس علمی چمن کو تا قیامِ قیامت شاداب و بار آور رکھے

اور اس کاوش کو ان کے علمی و روحانی احسانات کے اعتراف کا ایک ادنیٰ ذریعہ بنائے۔

آمین!

فہرست

تاثرات

(مفتی عارف محمود صاحب دامت برکاتہ)

علوم حدیث پہ ڈاکٹر محمود طحان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کو اللہ تعالیٰ نے قبولیت عطا فرمائی ہے جس کی وجہ سے علوم حدیث کے شائقین اور طلبا کے ہاں نہ صرف انہیں مقبولیت حاصل ہے، بلکہ بہت سارے تعلیمی اداروں کے تخصص فی الحدیث کے نصاب میں بھی ان کی کتب نصاب کا حصہ ہیں، ان میں ایک کتاب «أصول التخريج ودراسة الاسانيد» بھی ہے، بندہ نے سنہ ۲۰۲۲م کو اس کتاب کا نہ صرف اردو ترجمہ کیا بلکہ جہاں جہاں ضرورت محسوس کی وہاں مختصر و مطول حواشی کے ذریعہ اس کی تشریح بھی کی ہے، کتاب زیر طبع ہے.

برادرم مفتی صابر محمود صاحب سلمہ اللہ نے اسی کتاب کے مباحث کی عمدہ تلخیص مرتب کی ہے، بندہ نے سرسری طور پر تلخیص پہ نظر دوڑائی تو اسے علوم حدیث کے شائقین اور طلبا کے لیے مفید پایا.

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کاوش کو شرف قبولیت نصیب فرمائے اور مؤلف اور ملخص کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے آمین ثم آمین.

أبوالخیر عارف محمود

سابق استاد و رفیق شعبہ تصنیف وتالیف جامعہ فاروقیہ کراچی

مسئول دار الإفتاء/ دار التحقیق والتصنیف

مدرسہ فاروقیہ کشروٹ گلگت

ربیع الأول ۱۴۴۸ھ - اگست ۲۰۲۶م

پیشِ لفظ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين، اما بعد:

علمِ حدیث کی خدمت کرنے والے علماء میں ایک نمایاں نام ڈاکٹر محمود الطحان رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، جنہوں نے «أصول التخريج ودراسة الاسانيد» کے نام سے ایک ایسی کتاب تصنیف کی جو مختصر ہونے کے باوجود اپنے موضوع کا احاطہ کرنے میں غیر معمولی جامعیت رکھتی ہے۔ یہ کتاب دراصل اس خلاء کو پُر کرنے کے لیے لکھی گئی تھی جسے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنی آنکھوں سے محسوس کیا کہ طلبۂ علم اور محققینِ حدیث اپنے اسلاف کی نسبت کتبِ حدیث اور ان کے علوم سے دور ہوتے جا رہے ہیں، اور کسی مشہور حدیث کا اصل مقام معلوم کرنا ان کے لیے دشوار ہو چکا ہے۔ چنانچہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے استقراء اور طویل عملی مشق کے ذریعے تخریجِ حدیث کے پانچ منظم طریقے اخذ کیے، اور ساتھ ہی دراسۃ الاسانید اور حدیث پر حکم لگانے کے اصول بھی مرتب کیے، تاکہ یہ فن ہر طالبِ علم کے لیے آسان اور قابلِ رسائی ہو جائے۔

زیرِ نظر تحریر اسی کتاب کا اردو خلاصہ ہے۔ یہ کام اس نیت سے کیا گیا کہ اردو داں طبقے کے وہ طلبہ اور اہلِ علم جو عربی متن تک براہِ راست رسائی نہیں رکھتے، یا جنہیں کتاب کے مباحث کو ایک نظر میں سمجھنے کی سہولت درکار ہو، وہ اس علمی خزانے سے مستفید ہو سکیں۔ خلاصہ کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ اختصار اس حد تک نہ ہو کہ اصل کتاب کا مدعا ہی فوت ہو جائے، اور نہ اتنی تفصیل اختیار کی گئی ہے کہ یہ کام اصل متن کی نقل بن کر رہ جائے، بلکہ ہر عنوان کو اس کی اصل ترتیب کے

مطابق ذکر کر کے اس کے تحت موجود مواد کا ایک متوازن اور فہم انگیز خلاصہ پیش کیا گیا ہے، تاکہ قاری، کتاب کے ہر مبحث کا نہ صرف خاکہ بلکہ اس کی روح بھی پا سکے۔

یہ خلاصہ کتاب کی اصل ترتیب کی مکمل پیروی میں مرتب کیا گیا ہے: مقدمے سے آغاز کر کے، باب اول کی پانچوں فصلوں (طرقِ تخریج) سے گزرتے ہوئے، باب دوم کی تینوں فصلوں (دراسۃ الاسانید والحکم علی الحدیث) تک، اور بالآخر مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے خاتمے پر تمام ہوا ہے۔ ہر مقام پر یہ کوشش کی گئی ہے کہ حوالہ جات، تاریخِ وفات، اور کتب کے مکمل نام برقرار رکھے جائیں تاکہ یہ خلاصہ بجائے خود ایک مستقل حوالے کے طور پر بھی کارآمد رہے۔

اس محنت کا مقصود محض علمی ذخیرے میں اضافہ نہیں بلکہ یہ خواہش بھی ہے کہ طلبۂ علمِ حدیث کے لیے تخریج اور دراسۃ الاسانید جیسے دقیق مگر نہایت اہم فن سے مانوسیت پیدا ہو، اور وہ اپنی تحقیق میں حدیث کے اصل مصادر تک پہنچنے اور اس پر مبنی صحیح حکم لگانے کی صلاحیت پیدا کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کاوش کو قبول فرمائے، اسے طلبۂ علم کے لیے نفع کا ذریعہ بنائے، اور اس میں جو کمی و کوتاہی رہ گئی ہو اسے اپنے کرم سے درگزر فرمائے۔ وماتوفیقی الا باللہ۔

طالب علم حدیث

مفتی صابر محمود

فاضل جامعہ فاروقیہ کراچی

استاذ الحدیث ورفیق دارالافتاء جامعہ انوار العلوم ملیر کراچی

مقدمہ

مقدمہ میں سب سے پہلے یہ بتایا گیا ہے کہ اس کتاب کی تصنیف کیوں کی گئی۔۔۔ یعنی طلبہ اور محققین میں کتبِ حدیث سے دوری اور فنِ تخریج سے ناواقفیت کے سدِ باب کے لیے۔اس کے بعد وہ تخریج کی تعریف کو تین زاویوں سے واضح کرتے ہیں:

① لغوی معنی

② محدثین کے ہاں رائج معنی

③ اصطلاحی معانی

اور بالآخر وہ اصطلاحی تعریف جس پر پوری کتاب کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ پھر تخریج کی اہمیت اور اس کی حاجت کو بیان کیا گیا ہے، اس کے بعد تخریج کے فن کی تاریخی نشو و نما پر ایک نظر ڈالی گئی ہے، اور آخر میں پانچ مشہور ترین کتبِ تخریج کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ یہ مقدمہ دراصل پورے موضوع کی بنیاد رکھتا ہے، تاکہ قاری آگے آنے والے عملی طریقوں کو صحیح تناظر میں سمجھ سکے۔

خطبة الكتاب:

حمد و صلاۃ کے بعد مصنف رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ علماء نے احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سینوں سے نکال کر سطور میں محفوظ کیا اور مختلف مصنفات میں جمع کیا۔ لیکن جب لوگوں کو ان احادیث کے اصل مقامات معلوم کرنے کی حاجت پیش آئی تو اس کے لیے قواعد و ضوابط کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس کتاب میں انہوں نے وہ قواعد جمع کیے ہیں جو طلبۂ علم اور محققین کو کسی بھی حدیث کا مقام اور اس کا اصل مصدر معلوم کرنے میں

آسانی پیدا کریں، اور یہ قواعد استقراء (کا جائزہ لے کر) اور عملی مشق کے ذریعے اخذ کیے گئے ہیں۔

یہ بھی وضاحت کی ہے کہ اس کتاب میں دراسۃ الاسانید کا طریقہ، ترجمۂ رواۃ نکالنے کا طریقہ، اور حدیث پر حکم لگانے اور اس کا درجہ بیان کرنے کا طریقہ بھی شامل ہے۔

اس کے بعد اس فن کی ضرورت پر بات کی ہے کہ اس فن کی اس قدر کمی کیوں محسوس ہوئی؟؟؟۔۔۔ طلبہ اب کتبِ حدیث اور ان کے علوم سے دور ہو چکے ہیں، ان کی ترتیب و تبویب سے ناواقف ہیں، اور اکثر یہ سوال دہراتے ہیں کہ فلاں مشہور حدیث کہاں سے ملے گی۔ یہ خدشہ تھا کہ اگر یہ صورتحال طویل عرصہ برقرار رہی تو یہ علم مٹ کر رہ جائے گا، چنانچہ وہ چاہتے تھے کہ فنِ تخریج ہر طالبِ علم کے لیے آسان اور معروف بن جائے۔ نیز یہ بھی بتایا کہ اس کتاب کی تصنیف کا فوری محرک جامعہ امام محمد بن سعود الاسلامیہ الریاض میں مادۂ تخریج کی تدریس تھی، اور یہ کہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں بھی برسوں سے اس موضوع پر کام جاری تھا۔

تعریفِ تخریج

(الف) تخریج کی لغوی تعریف:

لغت میں تخریج کا اصل معنی ہے دو متضاد امور کا ایک ہی چیز میں جمع ہو جانا۔ جیسے کسی چیز کا اپنی جگہ سے نکلنا اور دوسری جگہ ظاہر ہو کر نمایاں ہونا۔ صاحبِ قاموس کے حوالے سے کئی لغوی استعمالات ذکر کیے گئے ہیں، مثلاً تخریج بمعنی خشک سالی و شادابی کا اجتماع، زمین کا مختلف رنگوں میں ہونا، اور کپڑے میں کچھ حصے بُنے اور کچھ کھلے چھوڑنا۔

(ب) محدثین کے ہاں تخریج کے معانی:

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تین معروف معانی بیان کیے ہیں:

① اخراج کے ہم معنی، یعنی کسی محدث کا حدیث کو اس کی سند سمیت اپنی کتاب میں روایت کرنا (جیسے «اخرجه البخاری» کہنا)۔

② کسی متاخر محدث کا اپنے شیوخ یا اجزاء و مشیخات کی کتب کی گہرائی سے احادیث نکالنا اور انہیں ان کے اصل رواۃ کی طرف منسوب کرنا، جیسا کہ سخاوی نے «فتح المغیث» میں وضاحت کی ہے۔

③ کسی حدیث کے اصل مصادر کی طرف رہنمائی کرنا اور اسے وہاں سے منسوب کرنا۔۔۔ علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے «فیض القدیر» میں سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے احادیث کو ان کے مخرِّجین ائمہ کی طرف منسوب کرنے میں بڑی محنت کی اور کسی حدیث کو اس کے مصدر کی طرف منسوب کیے بغیر، خواہ وہ کتنا ہی بڑا مفسر کیوں نہ ہو، نقل نہیں کیا۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہی تیسرا معنی محدثین کے ہاں سب سے زیادہ رائج اور مشہور ہوا، اور یہی وہ معنی ہے جس پر یہ پوری کتاب مبنی ہے۔

(ج) اصطلاحی تعریف اور اس کی شرح:

مصنف رحمۃ اللہ علیہ تخریج کی تعریف یوں کرتے ہیں:

«التخريج هو الدلالة على موضع الحديث فى مصادره الاصلية التى اخرجته بسنده، ثم بيان مرتبته عند الحاجة»۔

یعنی حدیث کے اُس اصل مصدر کی نشاندہی کرنا جس نے اسے اپنی سند سمیت روایت کیا ہو، پھر بوقتِ ضرورت اس کا درجہ (صحت، ضعف وغیرہ) بیان کرنا۔

اس تعریف کی شرح میں وہ واضح کرتے ہیں کہ ''موضعِ حدیث'' سے مراد وہ تصانیف ہیں جن میں وہ حدیث اپنی سند سمیت پائی جائے، جیسے «اخرجه البخاری فی صحیحه»۔

مصادر اصلیہ:

"مصادرِ اصلیہ" سے تین قسم کی کتب مراد ہیں:

① وہ کتبِ سنت جن کے مؤلفین نے اپنے شیوخ سے بذریعہ اسانید احادیث اخذ کیں، جیسے کتب ستہ، مؤطا امام مالک، مسند احمد، مستدرک حاکم، مصنف عبدالرزاق وغیرہ۔

② وہ کتب جو انہی کتبِ سنت کے مجموعے یا اطراف یا اختصار پر مبنی ہوں، جیسے حمیدی کی «الجمع بین الصحیحین» یا مزی کی «تحفة الاشراف»۔

③ دیگر فنون کی وہ کتب (تفسیر، فقہ، تاریخ) جن کے مصنفین رحمۃ اللہ علیہم نے احادیث کو اپنی سند سے خود روایت کیا ہو، جیسے تفسیر طبری یا امام شافعی کی «الام»، بشرطیکہ وہ اپنی سند سے حدیث لائے ہوں نہ کہ کسی اور کتاب سے نقل کیا ہو۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ خاص طور پر متنبہ کرتے ہیں کہ جو کتب محض دوسری کتب سے احادیث نقل کرتی ہیں، بغیر اپنی سند کے، ان کی طرف عزو کرنا اصطلاحی معنی میں تخریج شمار نہیں ہوتا، بلکہ یہ محض قاری کی رہنمائی ہے کہ فلاں حدیث فلاں کتاب میں مذکور ہے۔

۳۔ تخریج کی اہمیت، فائدہ اور اس کی حاجت کی وجہ

فنِ تخریج کی معرفت ان اہم ترین امور میں سے ہے جو ہر اس شخص پر لازم ہے جو علومِ شرعیہ سے وابستہ ہو، تاکہ وہ حدیث کے اصل مصادر تک پہنچنے کا طریقہ اور اس کے قواعد سیکھ سکے۔ خصوصاً حدیث اور علومِ حدیث سے وابستہ افراد کے لیے اس کے فوائد ناقابلِ انکار ہیں، کیونکہ اسی کے ذریعے انسان ان اصل مصادر تک پہنچتا ہے جنہیں ائمہ رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے مرتب کیا۔ اس کی حاجت اس قدر شدید ہے کہ کسی طالبِ

علم کے لیے مناسب نہیں کہ وہ کسی حدیث سے استدلال کرے جب تک یہ معلوم نہ کر لے کہ اسے کن علماء نے اپنی مسند کتاب میں روایت کیا ہے۔ چنانچہ ہر وہ شخص جو علومِ شرعیہ یا ان سے متعلقہ علوم میں مصروف ہو، اسے فنِ تخریج کا محتاج قرار دیا گیا ہے۔

۴۔ تخریج کی تاریخ پر ایک نظر

قدیم علماء کو ''اصولِ تخریج'' کے نام سے کسی الگ قاعدے کی حاجت نہ تھی، کیونکہ ان کی مصادرِ سنت پر اطلاع وسیع اور گہری تھی۔ وہ کسی بھی حدیث کا محل فوراً یاد کر لیتے، بلکہ اکثر یہ بھی جانتے تھے کہ وہ حدیث کس مصنف کی کس کتاب کے کس حصے میں ہے، کیونکہ وہ خود ان مصنفات کی تالیف اور ترتیب کے علم سے واقف تھے۔ یہ کیفیت کئی صدیوں تک برقرار رہی، مگر جب علماء اور محققین کی اکثریت کا کتبِ سنت اور ان کے مصادرِ اصلیہ سے براہِ راست تعلق کمزور پڑنے لگا، تو ان کے لیے دیگر علوم جیسے فقہ، تفسیر، تاریخ کی کتب میں مستشہد احادیث کے اصل مقامات معلوم کرنا مشکل ہو گیا۔ چنانچہ کچھ علماء نے کمر ہمت باندھی اور غیر حدیثی مصنفات کی احادیث کی تخریج کر کے انہیں کتبِ سنت کی طرف منسوب کیا، ان کے طرق ذکر کیے، اور بعض پر صحت وضعف کا حکم بھی لگایا۔ اسی محنت سے «كتب التخريج» کی ایک باقاعدہ صنف وجود میں آئی۔ حافظ خطیب بغدادی (م۴۶۳ھ) کو ان اوائل میں سب سے نمایاں شمار کیا جاتا ہے۔

۵۔ اشہر کتبِ تخریج کا تعارف

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ مشہور ترین کتبِ تخریج کا تعارف کرایا ہے، ہر ایک کے مصنف، اس کی وفات، اور اس نے کس اصل کتاب کی احادیث کی تخریج کی، اس کی وضاحت کے ساتھ:

(الف) نصب الراية لاحاديث الهداية:

حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف الزیلعی الحنفی (م ۷۶۲ھ) نے اس میں امام مرغینانی کی «الهداية» (فقہ حنفی کی معروف کتاب) میں مستشہد احادیث کی تخریج کی ہے۔ یہ کتبِ تخریج میں سب سے جامع، سب سے نافع، اور سب سے زیادہ احادیث وطرق کے احاطے والی کتاب ہے، جس میں رجالِ اسناد پر جرح وتعدیل کے اقوال بھی بطریقِ شافی وکافی ذکر کیے گئے ہیں، جو اس سے پہلے کسی کتاب میں اس انداز میں نہ ملتے تھے۔ بعد میں آنے والے تمام اصحابِ کتبِ تخریج، بشمول حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ، اسی کتاب کی معلومات اور طریقے سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔

(ب) الدراية في تخريج احاديث الهداية:

حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) کی یہ کتاب دراصل «نصب الراية» ہی کی تلخیص ہے، جسے انہوں نے اصل کی ترتیبِ ابواب پر ہی رکھا۔ خود ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمے میں وضاحت کی ہے کہ زیلعی کی کتاب میں مقصدِ اصل سے زائد اضافے موجود تھے جنہیں کم کیا جاسکتا تھا، چنانچہ انہوں نے امام رافعی کی «شرح الوجيز الكبير» کی احادیث کی تخریج کو مختصر جامع انداز میں پیش کیا، اگرچہ اس میں کچھ چیزیں بھی چھوٹ گئیں جو اصل مقاصد میں شامل تھیں۔

(ج) التلخيص الحبير في تخريج احاديث شرح الوجيز الكبير:

یہ بھی حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، جس میں انہوں نے سراج الدین عمر بن الملقن رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۰۴ھ) کی کتاب «البدر المنير» کو مختصر کیا، جو خود امام

رافعی رحمۃ اللہ علیہ کی «الشرح الكبير» (فقہ شافعی، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہما کی «الوجيز» کی شرح) کی احادیث و آثار کی تخریج پر مبنی تھی۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس «الشرح الكبير» کی تخریج پر ابن حجر سے پہلے پانچ دیگر علماء کرام رحمۃ اللہ علیہ بھی کام کر چکے تھے، جن میں سراج الدین ابن الملقن، عز الدین ابن جماعہ اور ان کے پوتے بدر الدین ابن جماعہ، ابو امامہ ابن النقاش، اور بدر الدین زرکشی رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔ بعد میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) نے بھی اسی موضوع پر «نشر العبير فی تخريج احاديث الشرح الكبير» کے نام سے کام کیا۔

(د) المغنی عن حمل الاسفار فی تخريج ما فی الاحياء من الاخبار:

حافظ زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۰۶ھ) نے اس میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب «احياء علوم الدين» میں مذکور احادیث کی تخریج کی ہے۔ یہ کتاب عموماً «احياء علوم الدين» کے ساتھ ہی ذیل میں شائع ہوتی ہے۔ یہ ایک نفیس اور نہایت مفید تخریج کتاب ہے، جو حافظ عراقی کی علومِ حدیث میں پختگی اور اس فن میں ان کی طویل مہارت پر دلالت کرتی ہے۔

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ یہ ہے کہ اگر حدیث صحیحین میں سے کسی ایک یا دونوں میں ہوتی ہے تو اسی پر اکتفا کرتے ہیں، ورنہ اصحابِ کتب ستہ رحمۃ اللہ علیہ میں سے کسی کی طرف عزو کرتے ہیں، اور اگر کسی حدیث کا کوئی خاص فائدہ (جیسے کسی خاص لفظ کی موافقت) ہو تو اسے دوسرے مصادر کی طرف بھی منسوب کر دیتے ہیں۔

باب اول: طرقِ تخریج

(تخریجِ حدیث کے مناہج وطرق)

اس باب میں حدیث کی تخریج کے پانچ طریقے بیان کیے ہیں، اور فصل اول کا آغاز اس تمہیدی گفتگو سے کیا ہے کہ کوئی بھی طریقہ اختیار کرنے سے پہلے حدیث کے حال پر غور کرنا ضروری ہے۔ فصل اول میں پہلا طریقہ (یعنی حدیث کے صحابی راوی کی معرفت کے ذریعے تخریج) کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، جس کے لیے تین قسم کی کتب سے مدد لی جاتی ہے:

مسانید، معاجم، اور کتب الاطراف۔

ہر قسم کی حقیقت، ترتیب، اور اہم نمائندہ کتب کا تعارف دیا گیا ہے۔

خطة العمل فی تخریج الحدیث

(تخریجِ حدیث کا منہجِ عمل اور لائحہ کار)

جب بھی کوئی حدیث تخریج کے لیے پیش کی جائے، تو سب سے پہلا کام یہ ہے کہ اس کے حال پر غور کیا جائے اور اس کی تخریج کا آسان ترین طریقہ متعین کیا جائے۔ اگر ہمیں کسی حدیث کی تخریج مطلوب ہو تو سب سے پہلے یہ دیکھا جائے کہ کیا اس حدیث میں راوی صحابی کا نام مذکور ہے، یا اس کے موضوع پر نظر کی جائے، یا اس کے پہلے لفظ یا کسی مخصوص لفظ پر، یا اس کے سند و متن کی کسی خاص صفت پر، تاکہ ان امور کی بنا پر آسان ترین اور قریب ترین طریقہ متعین ہو سکے جس کے ذریعے تخریج تک پہنچا جا سکے۔

استقرائے عملی اور نظری بحث کے ذریعے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تخریج کے طریقے پانچ سے زیادہ نہیں ہو سکتے، اور یہی پانچ طریقے آگے تفصیل سے بیان کیے جائیں گے۔
مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے باب میں پانچ فصلیں بنائی ہیں۔

الفصل الاول

الطريقة الأولى: التخريج عن طريق معرفة راوي الحديث من الصحابة

(پہلا طریقہ: صحابیِ رسول کے نام کی معرفت کے ذریعے حدیث کی تخریج)

یہ طریقہ وہاں اختیار کیا جاتا ہے جہاں حدیث میں صحابی راوی کا نام مذکور ہو، یا کسی ذریعے سے معلوم ہو جائے۔ اگر صحابی کا نام معلوم نہ ہو سکے تو یہ طریقہ اختیار نہیں کیا جا سکتا، اور یہ بات واضح ہے۔ صحابی کا نام معلوم ہونے کیلئے تین قسم کی کتب سے استعانت کی جاتی ہے:

مسانید:

وہ کتبِ حدیث ہیں جن کے مصنفین نے احادیث کو صحابہ کے ناموں پر مرتب کیا ہے، یعنی ہر صحابی کی تمام روایات ایک جگہ جمع کر دی گئی ہیں، خواہ ان کا موضوع مختلف ہو۔ مسانید مرتب کرنے والے ائمہ محدثین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ امام کتانی نے «الرسالة المستطرفة» میں اٹھاسی سے زائد مسانید کا ذکر کیا اور خود فرمایا کہ اس سے کہیں زیادہ مسانید موجود ہیں جو انہوں نے ذکر نہیں کیں۔
صحابہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے ناموں کی ترتیب مسانید کے اندر مختلف طریقوں سے کی جاتی ہے:

کبھی حروفِ معجم پر، کبھی سبقتِ اسلام پر، کبھی قبائل یا بلدان پر، لیکن حروفِ تہجی پر ترتیب دینا سب سے آسان طریقہ سمجھا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ محدثین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں "مسند" کا اطلاق بعض اوقات کسی ایسی کتاب پر بھی ہوتا ہے جو ابواب پر مرتب ہو نہ کہ صحابہ کے ناموں پر، بشرطیکہ اس کی تمام احادیث مرفوع اور مسند ہوں، جیسے مسند بقی بن مخلد الاندلسی جو ابوابِ فقہ پر مرتب ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے دو مسانید کی خاص تفصیل دی ہے کیونکہ یہ سب سے زیادہ مشہور اور مراجع کے لیے آسان ہیں:

مسند الحمیدی:

حافظ ابو بکر عبداللہ بن زبیر الحمیدی رحمۃ اللہ علیہ (شیخِ امام بخاری، م ۲۱۹ھ) کی یہ مسند گیارہ اجزاء اور تیرہ سو تیس احادیث پر مشتمل ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ترتیب حروفِ تہجی پر نہیں بلکہ حمیدی نے اپنا الگ منہج اپنایا: پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، پھر باقی خلفائے راشدین ترتیبِ خلافت کے مطابق، پھر بقیہ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم سوائے طلحہ بن عبیداللہ کے (کیونکہ ان سے کوئی روایت مذکور نہیں)، اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ترتیب میں غالباً سبقتِ اسلام کا لحاظ رکھا گیا۔

مسند احمد بن حنبل:

نو سو چار مسانید پر مشتمل ہے، جن میں سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جیسے ابو ہریرہ) کی سینکڑوں روایات ہیں جبکہ بعض کی صرف ایک۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ترتیب کا آغاز عشرہ مبشرہ سے کیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے شروع کر کے، پھر حضرت عمر، عثمان، علی پھر باقی عشرہ مبشرہ پھر تین راویانِ حدیث عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم وغیرہ، پھر مسانیدِ اہلِ بیت، اور اسی ترتیب پر باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک، یہاں تک کہ حدیث شداد بن الهاد

حدیث شداد بن الہاد پر ختم ہوئی۔ شیخ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی ایک مطبوعہ نسخے پر فہرست تیار کی جس میں ہر صحابی کے مسند کا جزء و صفحہ درج کیا گیا، جو تخریج کرنے والے کے لیے اس مسند سے استفادہ نہایت آسان بنا دیتی ہے، پہلے فہرست سے صحابی کا مقام معلوم کیا جاتا ہے، پھر وہاں سے مطلوبہ حدیث تلاش کی جاتی ہے۔

معاجم:

معاجم "معجم" کی جمع ہے، اور محدثین کی اصطلاح میں معجم وہ کتاب ہے جس میں احادیث کو صحابہ، شیوخ، یا بلدان کی مسانید پر مرتب کیا جائے، اور عموماً اسمائے راویان کو حروفِ معجم پر ترتیب دیا جائے۔ یہاں مراد وہ معاجم ہیں جو خاص طور پر مسانیدِ صحابہ پر مرتب ہوں۔ مشہور ترین معاجم درج ذیل ہیں:

المعجم الكبير:

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۶۰ھ) کی یہ کتاب مسانیدِ صحابہ کو حروفِ معجم پر مرتب کرتی ہے، سوائے ابو ہریرہ کی مسند کے جو اس قدر طویل تھی کہ طبرانی نے اسے الگ مستقل کتاب میں جمع کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں ساٹھ ہزار احادیث ہیں، اور ابن دحیہ کے قول کے مطابق جب کسی کے ہاں «المعجم» کا اطلاق کیا جائے تو اس سے مراد یہی ہوتی ہے، الا یہ کہ کوئی دوسرا معجم مراد لیا جائے تو اس کی تخصیص کی جائے۔

المعجم الاوسط:

یہ بھی طبرانی کی تصنیف ہے، شیوخِ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کے ناموں پر مرتب، اور اس میں تقریباً تیس ہزار احادیث بتائی جاتی ہیں۔

المعجم الصغیر:

طبرانی کی تیسری کتاب، ایک ہزار شیوخ سے روایت پر مشتمل، اور اکثر ہر شیخ سے صرف ایک ہی حدیث نقل کی گئی ہے۔

دیگر معاجم میں «معجم الصحابة لابن قانع الهمدانی» (م ۳۹۸ھ) اور «معجم الصحابة لابی یعلی الموصلی» (م۳۰۷ھ) بھی قابل ذکر ہیں۔

کتب الاطراف:

کتب الاطراف مصنفاتِ حدیث کی ایک خاص صنف ہیں، جن میں مصنف حدیث کا مکمل متن نقل نہیں کرتا بلکہ صرف اتنا حصہ (طرف) ذکر کرتا ہے جو باقی حدیث پر دلالت کر دے، اس کے بعد اس حدیث کی تمام اسانید (یا بعض مصنفین کے نزدیک صرف مخصوص کتب کی اسانید) ذکر کر دیتا ہے، خواہ استیعاب کے طور پر ہوں یا متعلقہ متن کے اعتبار سے۔ کچھ مصنفین نے متن مکمل بھی ذکر کیا ہے، جبکہ بعض نے صرف شیخِ مؤلف کا نام ہی درج کیا۔

ترتیب کے اعتبار سے اکثر مصنفین نے انہیں مسانیدِ صحابہ پر مرتب کیا، صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام حروفِ معجم پر رکھے، اور پھر ہر صحابی کی احادیث کو ان کے متن کے پہلے حرف کی ترتیب پر رکھا۔ جیسا کہ ابوالفضل بن طاہر نے «اطراف الغرائب والافراد للدارقطنی» میں کیا، اور حافظ حسینی نے «الکشاف فی معرفة الاطراف» میں بھی یہی طریقہ اپنایا۔

''اطراف'' کا لغوی معنی ہے حدیث کا وہ ٹکڑا جو باقی متن پر دلالت کرے، جیسے

«کلکم راعٍ» یا «بُنی الاسلام علی خمس» کہہ دینا۔ اس صنف کی کتب کی تعداد کافی زیادہ ہے، جن میں «اطراف الصحیحین» (متعدد مصنفین کی)، الاشراف علی معرفة الاطراف لابن عساکر، اتحاف المهرة باطراف العشرة لابن حجر، اور دیگر شامل ہیں۔

اطراف کے فوائد:

کتب الاطراف کے اہم فوائد یہ ہیں:

① ایک ہی حدیث کے مختلف مقامات پر بکھرے ہوئے اسانید کا ایک جگہ جمع ہو جانا، جس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ کوئی حدیث غریب ہے، عزیز ہے، یا مشہور۔

② یہ معلوم ہونا کہ کن اصحابِ اصول (کتبِ حدیث) نے وہ حدیث نکالی ہے اور کس باب میں۔

③ کسی صحابی کی روایت کردہ احادیث کی کل تعداد معلوم ہونا۔

البتہ ایک اہم تنبیہ یہ ہے کہ کتب الاطراف حدیث کا مکمل متن نہیں دیتیں، صرف اس بات کا ثبوت فراہم کرتی ہیں کہ فلاں حدیث فلاں کتاب میں موجود ہے۔ یہ مسانید کی طرح متنِ کامل کا بدل نہیں، بلکہ محقق کو اصل مصدر کی طرف رہنمائی کرتی ہیں جہاں سے وہ مکمل متن حاصل کر سکے۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے دو کتب الاطراف کی نمایاں تفصیل دی ہے:

تحفة الاشراف بمعرفة الاطراف:

حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف بن عبدالرحمن المزی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۲ھ) کی یہ کتاب کتب ستہ کے اطراف اور ان کے بعض ملحقات (مقدمہ صحیح مسلم، مراسیل ابی داود، علل ترمذی، شمائل ترمذی، عمل الیوم واللیلہ للنسائی) کو ایک جگہ جمع کرتی ہے تاکہ قاری کو ان

کے مختلف اسانید ایک ہی مقام پر مل جائیں۔مزی نے ہر کتاب کے لیے ایک مخصوص رمز مقرر کیا ہے، مثلاً ''خ'' بخاری کے لیے، ''م'' مسلم کے لیے، ''د'' ابوداؤد کے لیے، ''ت'' ترمذی کے لیے، ''س'' نسائی کے لیے، ''ق'' ابن ماجہ کے لیے تاکہ روایت کے آگے رمز دیکھ کر فوراً معلوم ہو جائے کہ یہ کس کتاب میں ہے۔

ترتیب کے اعتبار سے یہ کتاب ایک معجم ہے جو صحابہ کے ناموں پر مرتب ہے،اور اسی وجہ سے اس کتاب کا سب سے پہلا مسند «مسند ابیض بن حمّال» ہے کیونکہ اس کا نام ہمزہ سے شروع ہوتا ہے۔اس میں مسانیدِ صحابہ کی تعداد نو سو پانچ اور مسانیدِ مراسیل کی تعداد چار سو تک پہنچتی ہے۔

ذخائر المواريث فی الدلالة على مواضع الحديث:

شیخ عبدالغنی النابلسی الحنفی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۴۳ھ) کی یہ تصنیف کتب ستہ کے علاوہ موطاامام مالک کے اطراف بھی جمع کرتی ہے۔نابلسی نے اسے مسانیدِ صحابہ رضی اللہ عنہم پر مرتب کیا، حروفِ معجم کی ترتیب سے، ہمزہ سے شروع کر کے یاء پر ختم کیا ہے،اور پوری کتاب کو سات ابواب میں تقسیم کیا ہے: پہلا باب صحابہ کی مسانید میں، دوسرا ان صحابہ کی مسانید میں جو کنیت سے مشہور ہوں، تیسرا مبہم راویانِ صحابہ کی مسانید میں۔

الفصل الثانی

الطريقة الثانية: التخريج عن طريق معرفة أول لفظ من متن الحديث

(دوسرا طریقہ: متنِ حدیث کے ابتدائی کلمے کے ذریعے احادیث کی تخریج)

اس فصل میں مصنف نے تخریج کا دوسرا طریقہ بیان کیا ہے: حدیث کے متن

کے پہلے لفظ کی معرفت کے ذریعے تخریج۔ یہ طریقہ وہاں اپنایا جاتا ہے جہاں محقق کو حدیث کے پہلے لفظ کا یقین ہو۔ اس مقصد کے لیے تین قسم کی معاون تصانیف بیان کی گئی ہیں: وہ کتب جو الفاظِ عوام میں مشہور احادیث پر مرتب کی گئیں، وہ کتب جن میں احادیث حروفِ معجم پر ترتیب دی گئیں، اور وہ مفاتیح و فہارس جو بعض علماء نے مخصوص کتبِ حدیث کے لیے بنائے۔

كلمة فى الاحاديث المشتهرة على السنة الناس

(عوام الناس کی زبانوں پر عام گردش کرنے والی (مشہور) احادیث سے متعلق ایک اہم نوٹ)

«احادیث مشتهرة على السنة الناس» سے مراد وہ اقوال ہیں جو لوگوں کی زبانوں پر رائج ہو کر آپس میں نقل ہوتے رہتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔ ان میں سے کچھ صحیح یا حسن ہوتی ہیں، مگر بہت سی ضعیف یا موضوع ہوتی ہیں، بلکہ بعض کی کوئی اصل ہی نہیں ہوتی۔

چونکہ ایسی ضعیف اور موضوع روایات کا پھیلاؤ عام مسلمانوں کے عقیدے کو بگاڑ سکتا ہے، کیونکہ وہ انہیں نبی کریم ﷺ سے منسوب سمجھ کر ان پر عمل کرنے لگتے ہیں، اس لیے کئی حدیث کے ماہرین نے مختلف زمانوں میں ایسی کتب تصنیف کیں جن میں ان مشہور احادیث کو جمع کر کے ان کا درجہ (صحیح، ضعیف، موضوع) بیان کیا گیا اور ان کے راویانِ اصل کی نشاندہی کی گئی، تاکہ لوگ ان سے ہوشیار رہیں اور صحیح یا موضوع ہونے کے مطابق ان کے ساتھ برتاؤ کریں۔

یہاں "شہرت" سے وہ اصطلاحی شہرت مراد نہیں جس میں حدیث کم از کم تین

طرق سے مروی ہو، بلکہ لغوی معنی میں شہرت مراد ہے، یعنی عوام میں پھیلاؤاور معروف ہونا۔ اکثر ایسی تصانیف حروفِ معجم پر مرتب کی گئی ہیں۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے دس ایسی کتب کے نام گنوائے ہیں (جیسے التذكرة للزركشي، الدرر المنتثرة للسيوطي، اللآلي المنثورة لابن حجر، المقاصد الحسنة للسخاوي، تمييز الطيب من الخبيث للشيباني، وغیرہ)، اور ان میں سے چار پر تفصیلی گفتگو کی ہے:

المقاصد الحسنة:

یہ امام سخاوی م ۹۰۲ھ کی تصنیف ہے جو الفاظِ عوام میں رائج احادیث کا سب سے جامع مجموعہ، جس میں ساڑھے تیرہ سو کے قریب احادیث ہیں۔ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر حدیث کے تحت اس کا مخرِّج، صحابی، اور بعض علمی فوائد ذکر کیے ہیں، اور احادیث کو حروفِ معجم پر مرتب کیا ہے۔ ہر حدیث کے بعد وہ اس کا درجہ اور علماء کے اقوال بیان کرتے ہیں، اور اگر کسی حدیث کی کوئی سند نہ ملے تو «لا اصل له» کہہ دیتے ہیں، اور اگر توقف ہو تو «لا اعرفه» کہہ کر احتیاط برتتے ہیں۔ یہ کتاب اپنے موضوع میں اس قدر جامع اور نفیس ہے کہ ہمیشہ علماء کے لیے مرجع رہے گی۔

تمييز الطيب من الخبيث:

یہ عبدالرحمن الشیبانی م ۹۴۴ھ کی تصنیف ہے، یہ سخاوی کے شاگرد کی تصنیف ہے جو «المقاصد الحسنة» کا اختصار ہے۔ اس اختصار کا مقصد یہ تھا کہ ہر حدیث کا مخرِّج اور درجہ بیان کر دیا جائے مگر رجال پر تفصیلی گفتگو کو چھوڑ دیا جائے۔ کچھ احادیث میں

زیادتی بھی کی، اور اصل کی ترتیب برقرار رکھی۔ اگرچہ یہ ایک مفید کتاب ہے، مگر اپنے فن کا ماہر شخص اصل کتاب سے مستغنی نہیں ہو سکتا کیونکہ اصل میں کئی علمی نکات اس اختصار میں موجود نہیں۔

كشف الخفاء ومزيل الالباس:

یہ اسماعیل العجلونی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱۶۲ھ کی تصنیف ہے جو اس موضوع میں سب سے بڑی اور جامع ترین ہے، اور حروفِ معجم پر مرتب ہے۔ اسے صرف "المقاصد الحسنہ" کی احادیث تک محدود نہیں رکھا گیا ہے بلکہ اس سے پہلے آنے والی دیگر کتب (اللآلی المنثورة لابن حجر، الدرر المنتثرہ للسیوطی وغیرہ) کی احادیث بھی اس میں شامل کیں۔ اس میں تین ہزار دو سو چون (۳۲۵۴) احادیث ہیں، اور چونکہ اس نے دیگر مصنفات کی ضعیف احادیث بھی جمع کیں، اس لیے اس کی احادیث میں ضعف کی شرح "المقاصد الحسنه" کی نسبت زیادہ ہے۔

اسنى المطالب فى احاديث مختلفة المراتب:

یہ علامہ محمد بن درویش الحوت البیروتی کی ایک مختصر اور مفید تالیف ہے جس میں «المقاصد الحسنة» کی احادیث کو اختصار کے ساتھ جمع کیا اور کچھ زیادتیاں بھی کیں۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے عبدالرحمن نے اصل زیادتیوں کو حروفِ ہجاء پر مرتب کر کے اس میں شامل کر دیا۔ یہ کتاب اپنے چھوٹے حجم کے باوجود بڑی تعداد میں احادیث پر مشتمل ہے اور عام لوگوں کے لیے جو مختصر طریقے سے نتیجہ چاہتے ہیں، بہت مفید ہے۔

الكتب التی رُتبت الاحادیث فیها علی ترتیب حروف المعجم

(وہ کتبِ حدیث جن میں احادیث کو حروفِ تہجی (الفا بیٹک آرڈر) کی ترتیب پر مرتب کیا گیا ہے)

یہ وہ کتب ہیں جن کے مصنفین نے متاخر دور میں مختلف مصادرِ اصلیہ سے احادیث جمع کر کے، ان کے اسانید حذف کر کے، انہیں حروفِ معجم پر مرتب کر دیا، تاکہ محققین کے لیے مراجعت آسان ہو جائے۔

ان میں سب سے نمایاں الجامع الصغير من حديث البشير النذير (امام جلال الدین سیوطی، م ۹۱۱ھ) ہے۔ اس میں تقریباً دس ہزار احادیث ہیں (نسخۂ مرقمہ کے مطابق دس ہزار تیس)، جسے سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بڑی کتاب «جمع الجوامع» سے منتخب کیا اور مختصر احادیث پر اقتصار کیا، احکام کی احادیث کو کم رکھا، اور صرف موضوع یا کذاب راوی سے منفرد روایات کو چھوڑ دیا۔ ورنہ اس میں صحیح، حسن، اور ضعیف تینوں طرح کی احادیث شامل ہیں۔

ترتیب کا طریقہ یہ ہے کہ حدیث کا متن بغیر سند کے اور بغیر صحابی راوی کے نام کے ذکر کیا جاتا ہے، پھر آخر میں اس کتاب کا رمز دیا جاتا ہے جہاں سے حدیث نکالی گئی ہے، ساتھ ہی صحابی راوی کا نام بھی، اور پھر حدیث کے درجے (ص = صحیح، ح = حسن، ض = ضعیف) کی علامت لگائی جاتی ہے۔

سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر ماخذ کتاب کے لیے ایک رمز مقرر کیا («خ» للبخاری، «م» لمسلم، «د» لابی داود، «ت» للترمذی، «ن» للنسائی، «ه» لابن ماجه،

«حم» لاحمد، «ک» للحاکم، «طب» للطبرانی الکبیر، «حل» لابی نعیم فی الحلیة رحمہم اللہ وغیرہ)۔کل تیس رموز ہیں۔

سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تخریج میں سختی برتی اور جن احادیث کے راوی متفرد کذاب یا وضاع تھے انہیں چھوڑ دیا۔

المفاتيح والفهارس التى صنفها العلماء لكتب مخصوصة

(وہ کلیدی اشاریے اور فہارس جو علماء نے مخصوص کتبِ حدیث کے لیے مرتب فرمائے)

بعض متاخر علماء نے مخصوص کتبِ حدیث کے لیے الگ الگ مفاتیح یا فہارس مرتب کیں، جن میں ان کتب کی احادیث کو حروفِ معجم پر ترتیب دیا گیا، تاکہ مطلوبہ حدیث کو کم وقت میں تلاش کیا جاسکے۔ مصنف نے چھ ایسی کتب کا تعارف کرایا ہے:

مفتاح الصحيحين:

یہ محمد الشریف التوقادی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، اس میں صحیحین کی قولی احادیث کے اطراف جمع کیے گئے ہیں، حروفِ معجم پر مرتب ہے، اور ہر حدیث کے سامنے اس کتاب کا نام، باب نمبر، اور جزء و صفحہ نمبر درج کیا گیا ہے۔ صحیح بخاری کے متن اور اس کی مشہور شروح (قسطلانی، عسقلانی، عینی) اور صحیح مسلم کے متن اور شرح نووی کے حوالے سے۔ کتاب کے آخر میں فعلی احادیث کی بھی ایک الگ فہرست شامل ہے جس میں صحابی کا نام، کتاب کا نام، اور موضوعِ حدیث درج ہے۔

مفتاح الترتيب لاحاديث تاريخ الخطيب:

یہ سید احمد الغماری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، جو فہرس نہایت اہم اور نافع ہے کیونکہ

خطیب بغدادی کی "تاریخ بغداد" میں کئی احادیث ایسی ہیں جو دیگر مصادرِ سنت میں مروی نہیں، اور چونکہ خطیب نے یہ احادیث تراجمِ رجال کے ضمن میں بغیر کسی خاص ترتیب کے ذکر کی ہیں، اس لیے ان تک پہنچنے کا اس فہرس کے بغیر کوئی راستہ نہیں۔

البغية فی ترتيب احاديث الحلية:

یہ عبدالعزیز الغماری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، یہ کتاب "مفتاح الترتیب" سے تقریباً مشابہ ہے، اسی طریقے اور فائدے پر مبنی، مگر ابو نعیم اصفہانی کی "حلیۃ الاولیاء" کی احادیث کے لیے مرتب کی گئی ہے۔

فهرس لاحاديث صحيح مسلم القولية:

یہ محمد فؤاد عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے اور یہ چھ فہارس میں سے پانچویں ہے جو مصنف نے صحیح مسلم کے لیے مرتب کیں، جس میں قولی احادیث کے اطراف حروفِ معجم پر مرتب کر کے جزء وصفحہ نمبر دیا گیا ہے۔

مفتاح لاحاديث موطا مالك:

یہ بھی محمد فؤاد عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جو موطا کے لیے تیار کردہ فہرس، جس میں قولی احادیث حروفِ معجم پر مرتب کی گئیں۔

فهرس لترتيب احاديث سنن ابن ماجه:

یہ بھی محمد فؤاد عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جو اسی طرز پر سنن ابن ماجہ کی احادیث کے لیے مرتب کردہ فہرس ہے۔

الفصل الثالث

الطريقة الثالثة: التخريج عن طريق معرفة كلمة يقل دورانها على الألسنة، من أي جزء من متن الحديث

(تیسرا طریقہ: متنِ حدیث کے کسی بھی حصے میں موجود ایسے لفظ کی شناخت کے ذریعے تخریج کرنا جو زبان زدِ عام نہ ہو (یعنی کم استعمال ہونے والا کلیدی لفظ ہو)

اس مختصر مگر اہم فصل میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کا تیسرا طریقہ بیان کیا ہے: حدیث کے متن کے کسی ایسے حصے میں موجود کم استعمال ہونے والے (نادر) لفظ کی معرفت کے ذریعے تخریج، خواہ وہ لفظ متن کے شروع میں ہو، درمیان میں، یا آخر میں۔ اس مقصد کے لیے صرف ایک ہی کتاب معتمد ہے: «المعجم المفهرس لالفاظ الحديث النبوى»، اور مصنف نے اسی ایک کتاب کا تفصیلی تعارف پیش کیا ہے۔

المعجم المفهرس لالفاظ الحديث النبوى:

یہ ایک ایسا لغوی معجم ہے جس میں الفاظِ حدیثِ نبوی کو نو مشہور ترین مصادرِ سنت (کتب ستہ، موطا امام مالک، مسند احمد، اور مسند دارمی) کے حوالے سے، ہر لفظ کے تحت اس کی تمام جگہوں کے مقامات کے ساتھ، مرتب کیا گیا ہے۔

اس عظیم منصوبے کی ابتدا اور نظم مستشرقین کے ایک گروہ نے کی، جن کے سربراہ ڈاکٹر آرندیان وینسنک (م ۱۹۳۹ء) لیدن یونیورسٹی کے عربی استاذ تھے، اور اسے کئی یورپی علمی مجامع (برطانوی، ڈنمارکی، سویڈش، ہالینڈی، اور یونیسکو) کی مالی معاونت سے شائع کیا گیا۔ مرحوم محمد فؤاد عبدالباقی نے بھی اس کی تیاری اور اخراج میں

مستشرقین کے ساتھ شرکت کی۔ یہ معجم سات ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، جن کی طباعت ۱۹۳۶ء سے ۱۹۶۹ء تک (یعنی تینتیس برس کے عرصے میں) مکمل ہوئی۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس معجم کے مواد کی ترتیب کے نظام کی بھی وضاحت کی ہے:

افعال کو ماضی، مضارع، امر کی صورت میں، اسمِ فاعل و اسمِ مفعول کے ساتھ، معلوم و مجہول کی مختلف صیغوں کے تحت مرتب کیا گیا ہے، اور ہر مادہ پہلے مجرد صورت میں ذکر ہوتا ہے پھر مزید کی صورتوں میں، اگرچہ یہ ترتیب کا نظام لغوی معاجم کے قریب ہے، مگر یہ حروف، اسمائے اعلام، اور کثیر الورود افعال (جیسے «قال» اور «جاء») کو شامل نہیں کرتا۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس معجم پر چند اہم تحفظات بھی ذکر کیے ہیں: پہلا یہ کہ اکثر مادوں کے تحت دوسرے مادوں کی طرف حوالہ دیا جاتا ہے تاکہ کسی خاص لفظ کی تمام احادیث یکجا مل جائیں، اور بعض اوقات یہ حوالے اس قدر طویل اور متعدد ہوتے ہیں (مثال کے طور پر لفظ «قاتَلَ» کے تحت اڑسٹھ مختلف مادوں کی طرف حوالہ) کہ مراجعت کرنے والا تھک کر رہ جاتا ہے اور مطلوبہ حدیث تک نہیں پہنچ پاتا۔

دوسرا یہ کہ مصادرِ مفہرسہ کے بعض ابواب کی ترقیم مسند احمد، موطا مالک اور صحیح مسلم کے سوا باقی کتب میں مختلف طبعات کے مطابق مختلف ہو سکتی ہے، جس سے مطابقت کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کے باوجود، مصنف اس معجم کو ایک نہایت عمدہ اور نافع کتاب قرار دیتے ہیں، اور خاص طور پر یہ وضاحت کرتے ہیں کہ چونکہ اس کا موضوع محض الفاظِ حدیث کی فہرست ہے، اس میں کسی فکری یا نظریاتی مداخلت کی کوئی گنجائش نہیں، لہٰذا اگرچہ اس کی بنیاد رکھنے والے غیر مسلم مستشرقین تھے جنہوں نے یہ کام مسلمانوں

کی خدمت کی نیت سے نہیں کیا تھا،اس سے استفادہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

آخر میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ بتاتے ہیں کہ محمد فؤاد عبدالباقی نے اسی معجم کی بنیاد پر بعد میں کئی کتبِ سنت کے مستقل مرقم (نمبر شدہ) نسخے بھی تیار کیے، جیسے صحیح مسلم (چار جلدوں میں، جس میں انہوں نے صرف سندوں والی احادیث پر اکتفا کیا اور ایک پانچویں جلد میں مفید فہارس کا اضافہ کیا) اور سنن ابن ماجہ (جس کے ابواب و احادیث اسی معجم کے مطابق مرقم کیے اور کچھ غریب الفاظ کی شرح بھی جوڑی) تاکہ ان کتب سے استفادہ اور بھی آسان ہو جائے۔

الفصل الرابع

یہ باب اول کی سب سے طویل اور تفصیلی فصل ہے، جس میں تخریج کا چوتھا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

الطريقة الرابعة: التخريج عن طريق معرفة موضوع الحديث

(چوتھا طریقہ: حدیث کے موضوع کی معرفت کے ذریعے تخریج کرنا)

یہ طریقہ ان لوگوں کے لیے ہے جنہیں علمی ذوق اور کتبِ حدیث کی خوب مشق حاصل ہو، تاکہ وہ حدیث کا موضوع (یا کئی موضوعات، اگر حدیث ایک سے زیادہ موضوع پر مشتمل ہو) متعین کر سکیں۔ اس مقصد کے لیے وہ مصنفاتِ حدیث استعمال کی جاتی ہیں جو ابواب و موضوعات پر مرتب ہوں، اور مصنف نے انہیں تین اقسام میں تقسیم کیا ہے:

پہلی قسم وہ کتب جن کے ابواب دین کے تمام موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں (جوامع)، دوسری قسم وہ جو اکثر ابواب کا احاطہ کرتی ہیں (سنن، مصنفات، موطآت)، اور تیسری قسم وہ جو کسی ایک باب یا اس کے کسی پہلو سے مخصوص ہیں (اجزاء وغیرہ)۔

القسم الاول:

وہ مصنفات جودین کے تمام ابواب کا احاطہ کرتی ہیں

اس قسم میں وہ کتبِ حدیث شامل ہیں جن کے مصنفین نے ایمانیات، طہارت، عبادات، معاملات، نکاح، تاریخ، سیر، مناقب، تفسیر، آداب، مواعظ، احوالِ آخرت اور فتنوں سمیت دین کے تقریباً تمام ابواب کو سمو دیا۔ اس قسم کی چھ نمایاں انواع ہیں:

جوامع، ان پر مستخرجات، ان پر مستدرکات، مجامیع، زوائد، اور کتاب مفتاح کنوز السنہ۔

الجوامع:

«جامع» اصطلاح میں ایسی حدیث کی کتاب ہے جس میں عقائد، احکام، رقائق، آدابِ اکل وشرب، سفر واقامت، تفسیر، تاریخ، سیرت، مناقب اور فتنوں سمیت حدیث کی تمام حاجت مند اقسام موجود ہوں۔

مشہور ترین جوامع میں الجامع الصحیح للبخاری، الجامع الصحیح لمسلم، جامع عبد الرزاق، جامع الثوری، جامع ابن عیینہ، جامع معمر اور جامع الترمذی شامل ہیں۔

مصنف نے بطور مثال صحیح بخاری کی تفصیل دی ہے: اس کا مکمل نام «الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ» ہے۔ امام بخاری نے اسے ابواب پر مرتب کیا، کتاب بدء الوحی سے شروع کر کے، پھر کتاب الایمان، پھر علم وطہارت کی کتب، یہاں تک کہ کتاب التوحید پر ختم کیا۔ اس کی کتب کی مجموعی تعداد ستانوے ہے، ہر کتاب کئی ابواب میں منقسم اور ہر باب کے تحت کئی احادیث۔

المستخرجات على الجوامع:

«مستخرج» اصطلاح میں یہ ہے کہ کوئی متاخر مصنف کسی جامع کتاب (جیسے صحیح بخاری) کی احادیث کو اپنی مستقل اسانید کے ساتھ روایت کرے، بایں طور کہ اس کی سند صاحبِ اصل کتاب کے شیخ پر یا اس سے اوپر جا کر ملے، خواہ صحابی تک جا کر ملے۔ شرط یہ ہے کہ سند دور ہونے کے باوجود قریب ترین سند تک پہنچے، سوائے کسی خاص فائدے (علو یا زیادت) کی وجہ سے۔

کبھی مستخرج مصنف کوئی حدیث اصل کتاب میں اپنی پسند کی سند نہ پا کر چھوڑ دیتا ہے، یا اسے صاحبِ اصل کے راستے سے ہی ذکر کر دیتا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ مستخرجات کی مراجعت اصل کتب کی طرح آسان ہے کیونکہ یہ اصل کی ترتیبِ ابواب پر ہی مرتب ہوتی ہیں۔ صحیح بخاری کے کئی مستخرجات ہیں، جن میں مشہور ابو نعیم اصبہانی، اسماعیلی، اور برقانی رحمۃ اللہ علیہم کے مستخرجات شامل ہیں۔

المستدركات على الجوامع:

«مستدرک» وہ کتاب ہے جس کا مصنف کسی دوسری کتاب سے فوت شدہ احادیث کو، جو اس کی اپنی شرط پر پوری اترتی ہوں، جمع کرے۔ سب سے مشہور مستدرک «المستدرک علی الصحیحین» (امام حاکم م ۴۰۵ھ) ہے، جسے حاکم نے صحیحین ہی کی ترتیبِ ابواب پر مرتب کیا۔

حاکم نے اس میں تین قسم کی احادیث ذکر کی ہیں:

① وہ صحیح احادیث جو شیخین یا ان میں سے کسی ایک کی شرط پر ہوں مگر انہوں نے نکالی نہ ہوں۔

② وہ احادیث جو صحیح تو ہوں مگر شیخین کی شرط پر نہ ہوں، جنہیں حاکم «صحیح الاسناد» کہتے ہیں۔

③ وہ احادیث جن کی صحت ثابت نہیں مگر انہوں نے تنبیہ کے ساتھ ذکر کر دیں۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے واضح کیا ہے کہ حاکم تصحیحِ احادیث میں متساہل مشہور ہیں، اس لیے ان کی تصحیح پر اعتماد سے پہلے تحقیق ضروری ہے۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے «تلخیص المستدرک» میں حاکم کی اکثر تصحیحات کی موافقت کی، مگر بعض میں اختلاف بھی کیا ہے اور بعض پر خاموش رہے ہیں، جو مزید تحقیق کی محتاج ہیں۔

المجاميع:

«مجمع» وہ کتاب ہے جس کا مصنف کئی مصنفات کی احادیث کو ایک جگہ جمع کر کے، ان مصنفات ہی کی ترتیب پر مرتب کر دے۔ مثالوں میں «الجمع بين الصحيحين» (صاغانی، اور علیحدہ سے حمیدی کی بھی)

«الجمع بين الاصول الستة» (رزین العبدری، جسے «التجريد للصحاح والسنن» بھی کہا جاتا ہے)

«جامع الاصول من احاديث الرسول» (ابن الاثیر م۶۰۶ھ)

اور «جمع الفوائد وجمع الاصول وجمع الزوائد» (محمد بن سلیمان المغربی) شامل ہیں۔ جس کے آخری میں چودہ مصنفاتِ حدیث (صحیحین، موطا، سنن اربعہ، مسند دارمی، مسند احمد، مسند ابی یعلی، مسند بزار، اور تینوں معاجمِ طبرانی) کی احادیث پر مشتمل ہے۔

الزوائد:

«زوائد» سے مراد وہ مصنفات ہیں جن کے مصنفین نے کچھ کتب کی زائد احادیث کو، جو دیگر کتب میں موجود نہ ہوں، جمع کیا ہو۔ مثال کے طور پر «زوائد ابن ماجه على الاصول الخمسة» وہ کتاب ہے جس میں صرف وہ احادیث شامل ہیں جو ابن ماجہ نے اپنی سنن میں نکالی ہوں اور باقی چار اصحابِ کتب خمسہ رحمۃ اللہ علیہم نے نہ نکالی ہوں۔ جن احادیث میں سب شریک ہوں، انہیں زوائد میں ذکر نہیں کیا جاتا۔ زوائد کی دیگر مثالوں میں مسانید کے زوائد اور معاجمِ طبرانی (کبیر، اوسط، صغیر) کے زوائد بر کتب ستہ شامل ہیں۔

كتاب مفتاح كنوز السنة:

یہ کتاب موضوعات پر مرتب ایک حدیثی فہرست ہے۔ اسے مستشرقِ ہالینڈی ڈاکٹر آرنڈ جان وینسنک (م ۱۹۳۹ء) نے انگریزی میں مرتب کیا تھا، پھر مرحوم محمد فؤاد عبدالباقی نے اس کی تصحیح اور مراجعت کے ساتھ عربی میں منتقل کیا، جو پہلی بار ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب چودہ مشہور کتبِ سنت (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن اربعہ، موطا مالک، مسند احمد، مسند طیالسی، مسند زید بن علی، سنن دارمی، مغازی واقدی، سیرت ابن ہشام، طبقات ابن سعد) کی احادیث کے موضوعات پر مبنی فہرست ہے۔

اس کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مواد کی ترتیب موضوعات اور معانی پر ہے نہ کہ الفاظ پر، اور اس میں اعلام (شخصیات) کے تراجم کی احادیث و آثار کا حوالہ بھی ملتا ہے، جو معجم مفہرس میں موجود نہیں۔ مصنف نے واضح کیا کہ اگرچہ اس کتاب پر شیخ محمد رشید رضا اور شیخ احمد محمد شاکر جیسے بڑے علماء نے اثنا کیا ہے، تاہم اس کا مطلب

یہ نہیں کہ اس میں کوئی نقص یا خامی نہیں، بلکہ یہ ایک محنت طلب کاوش ہے جس سے بھرپور استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

القسم الثانی:

وہ مصنفات جو دین کے اکثر ابواب کا احاطہ کرتی ہیں

اس قسم میں وہ کتب شامل ہیں جو دین کے اکثر ابواب پر مشتمل ہیں مگر فقہی ابواب پر ان کا انحصار زیادہ ہے، اور یہ طہارت سے شروع ہو کر نماز، عبادات، معاملات اور احکام سے متعلقہ دیگر ابواب پر مرتب ہوتی ہیں، جبکہ ایمانیات و آداب جیسے غیر فقہی مضامین کبھی کبھار الگ سے شامل کیے جاتے ہیں۔ اس قسم کی چار انواع ہیں:

سنن، مصنفات، موطآت، اور ان پر مستخرجات۔

السنن:

اصطلاحِ محدثین میں «سنن» وہ کتب ہیں جو ابوابِ فقہیہ پر مرتب ہوں اور صرف احادیثِ مرفوعہ پر مشتمل ہوں، ان میں موقوف یا مقطوع کچھ شامل نہیں، کیونکہ اصطلاحِ محدثین میں موقوف و مقطوع کو "سنّت" نہیں کہا جاتا۔ اگرچہ بعض سنن میں غیر مرفوع احادیث بہت کم مقدار میں پائی جاتی ہیں۔ کتبِ سنن بے شمار ہیں، جن میں سب سے مشہور سنن ابی داود ہے، جس کے چالیس ابواب کا مصنف نے تفصیلی جدول بھی دیا ہے۔

المصنفات:

اصطلاح میں «مصنف» وہ کتاب ہے جو ابوابِ فقہیہ پر مرتب ہو اور جس میں

مرفوع، موقوف، اور مقطوع تینوں قسم کی احادیث شامل ہوں۔ یعنی احادیثِ نبویہ کے ساتھ ساتھ اقوالِ صحابہ، فتاویِ تابعین، اور کبھی تبع تابعین کے فتاوی بھی۔

مصنف اور سنن کا فرق یہی ہے کہ مصنف موقوف و مقطوع پر مشتمل ہوتی ہے جبکہ سنن صرف مرفوع پر، اس کے سوا دونوں میں کوئی فرق نہیں اور یہ صنف باقی ہر چیز میں یکساں ہیں۔ مثالوں میں مصنف ابن ابی شیبہ (م ۲۳۵ھ)، مصنف عبدالرزاق الصنعانی (م ۲۱۱ھ)، مصنف بقی بن مخلد الاندلسی، مصنف وکیع بن الجراح، اور مصنف حماد بن سلمہ شامل ہیں۔

الموطآت:

«موطأ» لغت میں آسان اور سہل کیے ہوئے کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں یہ بھی ابوابِ فقہیہ پر مرتب کتاب ہے جس میں مرفوع، موقوف، اور مقطوع تینوں طرح کی روایات شامل ہوتی ہیں۔ یعنی موطا بھی حقیقت میں مصنف ہی کی طرح ہے، صرف نام مختلف ہے۔

اس نام کی وجہِ تسمیہ یہ بتائی جاتی ہے کہ مصنف نے اسے لوگوں کے لیے آسان اور سہل بنا دیا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مدینہ کے ستر فقہاء پر پیش کی، سب نے موافقت کی، اسی لیے اسے «مؤطا» کہا۔ مشہور ترین موطآت میں امام مالک بن انس (م ۱۷۹ھ)، ابن ابی ذئب، اور محمد بن عبداللہ المروزی المعروف به «عبدان» کی موطآت شامل ہیں۔

المستخرجات على السنن:

یہ اس قسم کی احادیث پر مستخرجات کا ذکر ہے جو «سنن» کے علاوہ (مصنفات

اور موطآت پر) مصنف کو نہیں ملیں۔ سنن پر مؤلفہ مستخرجات کی مراجعت بھی اسی طرح آسان ہے جیسے اصل کتب کی، کیونکہ یہ ترتیب و تبویب میں اصل کی مثل ہوتی ہیں۔ان میں سے سنن ابی داود پر قاسم بن اصبغ کی مستخرج قابل ذکر ہے۔

القسم الثالث:

وہ مصنفات جو کسی ایک باب یا اس کے کسی پہلو سے مخصوص ہیں

یہ سب سے متنوع قسم ہے، جس کی سات انواع بیان کی گئی ہیں:

الاجزاء:

«جزء»اصطلاحِ محدثین میں ایک چھوٹی کتاب کو کہتے ہیں جو دو طرح کی ہو سکتی ہے:

① کسی ایک صحابی یا کسی راویِ حدیث کی جمع شدہ روایات، جیسے «جزء ما رواه ابو حنيفة- عن الصحابة»۔

② کسی ایک موضوع سے متعلق تمام احادیث کی جمع، بسیع و استقصاء کے ساتھ، جیسے «جزء رفع اليدين فى الصلاة» للبخاری اور «جزء القراءة خلف الامام»۔اس صنف کی طرف رجوع اس وقت کیا جاتا ہے جب کسی صحابی یا مشہور راوی کی مرویات درکار ہوں، یا کسی مخصوص موضوع سے متعلق حدیث مطلوب ہو۔

كتب الترغيب والترهيب:

یہ وہ کتب ہیں جو کسی مطلوب امر کی ترغیب یا کسی منہی امر سے ترہیب پر مشتمل احادیث جمع کرتی ہیں، جیسے والدین سے نیکی کی ترغیب یا ان کی نافرمانی سے ترہیب۔

کچھ مصنفین رحمۃ اللہ علیہم نے اپنی سند سے احادیث جمع کیں، کچھ نے دوسری کتب سے

مستقاۃ لیں۔ مشہور ترین «الترغیب والترهیب» (امام منذری، م ٦٥٦ھ)ہے، جو دوسری کتب سے مستقاۃ ہے مگر تخریج اور ترتیب کا ذکر کرتی ہے، دوسری «الترغیب والترهیب» (ابو حفص ابن شاہین، م ٣٨٥ھ) ہے جو مستقل اپنی سند سے مصنف ہے۔

کتب الزهد والفضائل والآداب والاخلاق:

اس نوع میں کئی کتب شامل ہیں جو زہد، فضائل، آداب یا اخلاق کے کسی خاص موضوع کے لیے وقف کی گئیں، جن میں ذم الغيبة، ذم الحسد، ذم الدنيا (ابن ابی الدنيا)، اخلاق النبی ﷺ (ابوالشیخ الاصبهانی)، الزهد (امام احمد بن حنبل، اور عبداللہ بن مبارک)، الذکر والدعاء (ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم صاحبِ ابی حنیفہ)، فضائل القرآن (امام شافعی)، فضائل الصحابة (ابو نعیم اصبہانی)، اور رياض الصالحين (امام نووی، م ٦٧٦ھ) شامل ہیں۔

کتب احادیث الاحکام:

یہ وہ کتب ہیں جو صرف احادیثِ احکام پر مشتمل ہیں، مصادرِ اصلیہ سے منتخب کر کے ابوابِ فقہ پر مرتب کی گئیں۔ ان کی کئی درجے (بڑی، چھوٹی، متوسط) موجود ہیں، جن میں الاحکام الکبری و الصغری (عبدالحق الاشبیلی)، الاحکام (عبدالغنی المقدسی)، الالمام فی احادیث الاحکام (ابن دقیق العید، م ٧٠٢ھ)، المنتقی فی الاحکام (مجد الدین ابن تیمیہ، م ٦٥٢ھ)، اور سب سے مشہور بلوغ المرام من ادلة الاحکام (حافظ ابن حجر عسقلانی، م ٨٥٢ھ) شامل ہیں۔

کتب موضوعات خاصہ:

یہ کتب کسی ایک ہی موضوع کے لیے مختص ہیں، جیسے: کتاب الاخلاص

(ابن ابی الدنیا)، الاسماء والصفات (امام بیہقی)،ذم الکلام (الہروی الانصاری)، الفتن والملاحم(نعیم بن حماد المروزی)، اور الجہاد(عبداللہ بن مبارک، جو اس موضوع پر سب سے پہلی تصنیف ہے)۔

کتب الفنون الاخری:

اس سے مراد وہ کتب ہیں جو اصل میں غیر حدیث کے فنون (تفسیر، فقہ،تاریخ) میں تصنیف ہوئیں مگر ان کے مصنفین نے اپنی گفتگو کے دوران احادیثِ نبویہ بھی بکثرت درج کیں، بشرطیکہ حدیث اپنی سند سے (نہ کہ کسی دوسری کتاب سے نقل کر کے) ذکر کی گئی ہو۔ مثالوں میں تفسیر طبری، تفسیر ابن کثیر، الدر المنثور (سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)، المجموع شرح المہذب (فقہ شافعی،نووی)، المغنی (فقہ حنبلی، ابن قدامہ المقدسی) اور «تاریخ الطبری» شامل ہیں۔

کتب التخریج:

یہ وہ کتب ہیں جن کے مصنفین نے دیگر مصنفات میں مذکور احادیث کی تخریج کا کام کیا، اور یہ موضوع کے اعتبار سے مختلف نوعیت کی کتب ہیں۔ یہی وہ صنف ہے جس کا تفصیلی تعارف پہلے مقدمے میں گزر چکا ہے (نصب الرایة، الدرایة، التلخیص الحبیر، المغنی عن حمل الاسفار وغیرہ)۔

الشروح الحدیثیة والتعلیقات:

یہ صنف تفصیل سے مذکور نہیں مگر عنوان میں شامل ہے۔ شروحِ حدیث اور ان پر تعلیقات بھی احادیث کی تخریج میں معاون ثابت ہوتی ہیں کیونکہ شارحین اکثر کسی حدیث کے دیگر طرق و مصادر کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

الفصل الخامس

الطريقة الخامسة:

التخريج عن طريق النظر في حال الحديث متناً وسنداً

(پانچواں طریقہ: حدیث کے متن اور سند کی خاص علمی واصطلاحی حالت (خصوصیات) کا جائزہ لے کر تخریج کرنا)

باب اول کی یہ آخری فصل تخریج کے پانچویں اور آخری طریقے پر مشتمل ہے:

حدیث کے متن اور سند دونوں کی خاص صفات واحوال پر نظر کر کے تخریج۔ اس طریقے کا مقصود یہ ہے کہ اگر حدیث کے متن یا سند میں کوئی خاص وصف یا حالت پائی جائے، تو اس وصف سے متعلق مخصوص مصنفات کی طرف رجوع کر کے اس حدیث کے مخرِّج تک پہنچا جائے۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی متعدد مثالیں دی ہیں، متن سے متعلقہ صفات سے شروع کر کے، پھر سند کی صفات، اور بالآخر وہ صفات جو متن اور سند دونوں میں بیک وقت پائی جاسکتی ہیں۔

المتن — جب متن میں کوئی خاص وصف پایا جائے

(الف) وضعِ حدیث کی علامات:

اگر حدیث کے متن پر وضع (من گھڑت) کی نشانیاں ظاہر ہوں، مثلاً الفاظ کی رکاکت، معنی کا فاسد ہونا، یا قرآن کی صریح مخالفت، تو اس کے مخرِّج کی معرفت کا قریب ترین راستہ کتبِ «موضوعات» کی طرف رجوع کرنا ہے، جہاں عموماً اس حدیث کی

تخریج، اس پر کلام، اوراس کے وضع کا بیان مل جاتا ہے۔

یہ کتب موضوع کے اعتبار سے حروف پر یا ابواب پر مرتب ہوتی ہیں، جن میں المصنوع فی معرفة الحدیث الموضوع (الشیخ علی القاری الہروی، م ۱۰۱۴ھ، جسے «الموضوعات الصغری» بھی کہا جاتا ہے) اور تنزیہ الشریعة المرفوعة عن الاحادیث الشنیعة الموضوعة (ابن عراق الکنانی م ۹۶۳ھ) شامل ہیں۔

(ب) احادیثِ قدسیہ:

اگر حدیث احادیثِ قدسیہ میں سے ہو، تو اس کے بحث کے لیے قریب ترین مصدر وہ کتب ہیں جنہوں نے خاص طور پر احادیثِ قدسیہ جمع کیں، جو حدیث کا ذکر کرتے ہوئے اس کا مخرِّج بھی بتاتی ہیں۔ ان میں مشکاة الانوار فیما رُوی عن الله سبحانه وتعالی من الاخبار (محی الدین ابن عربی الاندلسی م ۶۳۸ھ، جس میں سو ایک احادیث اپنی اسانید کے ساتھ جمع کی گئیں) اور الاتحافات السنية بالاحاديث القدسية (شیخ عبد الرؤف المناوی م ۱۰۳۱ھ، جس میں دو سو بہتر احادیث بلا اسانید، حروفِ تہجی پر مرتب) شامل ہیں۔

السند — جب سند میں کوئی خاص لطیفہ پایا جائے

① اگر سند میں والد اپنے بیٹے سے روایت کرے:

ایسی صورت میں اس کی تخریج کا قریب ترین مصدر وہ کتب ہیں جنہوں نے خاص طور پر آباء کی اپنے ابناء سے روایات جمع کیں، جیسے رواية الآباء عن الابناء (خطیب بغدادی م ۴۶۳ھ)۔

② اگر سند مسلسل ہو:

(یعنی راویانِ سند کسی خاص صفت یا فعل میں مسلسل ایک دوسرے سے موافق ہوں)، تو اس کے لیے وہ کتب مددگار ہیں جو احادیثِ مسلسلہ جمع کرتی ہیں، جیسے المسلسلات الکبری (امام سیوطی، جس میں پچاسی احادیث جمع ہوئیں) اور المناھل السلسلة فی الاحادیث المسلسلة (محمد بن عبدالباقی الایوبی م ۱۳۶۴ھ، جس میں دوسو بارہ احادیث جمع ہیں)۔

③ اگر سند مرسل ہو:

تو اس کے لیے کتبِ مراسیل مددگار ہیں، جیسے: المراسیل (ابوداود السجستانی، ابوابِ فقہ پر مرتب) اور المراسیل (ابن ابی حاتم الرازی، م ۳۲۷ھ)۔

④ اگر سند میں کوئی راوی ضعیف ہو:

تو اس کے بارے میں کتبِ ضعفاء اور اُن علماء کے کلام سے بحث کی جاتی ہے جنھوں نے ضعفاء پر کلام کیا، جیسے میزان الاعتدال (امام ذہبی)۔

المتن والسند معًا—جب کوئی صفت متن اور سند دونوں میں پائی جاسکے

بعض اوصاف ایسے ہیں جو کبھی متن میں پائے جاتے ہیں اور کبھی سند میں، جیسے علت اور ابہام۔ ایسی احادیث کے بارے میں مصنف نے تین کتب کا تعارف کرایا ہے:

علل الحدیث (ابن ابی حاتم الرازی) ابوابِ فقہ پر مرتب کتاب، جس میں ہر باب کے تحت معلول احادیث ذکر کر کے ان کی علت خوبی سے واضح کی گئی ہے۔

الاسماء المبهمة فی الانباء المحكمة (خطیب بغدادی) اس کا موضوع ان احادیث کا ذکر ہے جن کے متن میں کوئی نام مبہم (غیر متعین) رہ گیا ہو، پھر اسی حدیث کا

وہ دوسرا طریق بیان کیا جاتا ہے جس میں یہ مبہم نام صراحتاً مذکور ہو۔ یہ کتاب مبہم نام کے حروف پر مرتب ہے، اور اس سے مبہم نام نکالنا نہایت مشکل کام ہے، کیونکہ اس فن کا ماہر بھی اسے کھولنے کا محتاج ہوتا ہے، چہ جائیکہ ناواقف شخص، جو اس کا مقام ہی نہیں جانتا۔

المستفاد من مبهمات المتن والاسناد (حافظ زین الدین العراقی م ۸۲۶ھ)

یہ ابوابِ فقہیہ پر مرتب ہے، اور مصنف اسے اس موضوع کی سب سے جامع اور نافع ترین کتاب قرار دیتے ہیں۔

باب اول کا اختتامیہ

مصنف رحمۃ اللہ علیہ باب کے آخر میں لکھتے ہیں کہ یہ پانچ طریقے استقراء، تتبع، اور بحث کے ذریعے اخذ کیے گئے ہیں، اور ان سے پہلے کسی نے انہیں اس طرح مرتب یا مدون نہیں کیا۔ بظاہر اس لیے کہ سابقہ ادوار میں علماء کو ایسی حاجت محسوس نہیں ہوئی، جیسا کہ مقدمے میں گزر چکا۔

البتہ موجودہ دور میں طلبہ اور محققین کو طرقِ تخریج کی سخت ضرورت پیش آئی، اس لیے مصنف نے یہ کتاب تصنیف کی تاکہ تخریج کا عمل ہر طالبِ علم کے لیے آسان اور عام ہو جائے، نہ صرف اہلِ علمِ شرعی کے لیے بلکہ دیگر تمام اہلِ ثقافت کے لیے بھی۔

وہ اس بات پر بھی متنبہ کرتے ہیں کہ اگر تخریج کی معرفت چند گنے چنے افراد تک محدود رہی جو اس علم کے ساتھ ہی رخصت ہو جائیں تو یہ علم مٹ جانے کا خطرہ ہے، اور اسی مناسبت سے حضرت عمر بن عبد العزیز کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

"علم اس وقت تک ختم نہیں ہوتا جب تک وہ راز نہ بن جائے"

یعنی علم کی بقا اسی میں ہے کہ وہ پھیلایا جائے، محدود نہ رکھا جائے۔

الباب الثاني: دراسة الأسانيد والحكم على الحديث

(دوسرا باب: اسنادِ حدیث کا نقد و تجزیہ (تنقیدی مطالعہ) اور حدیث پر حکم لگانا)

(یہ اصطلاح علم حدیث میں اس عمل کو کہتے ہیں جس میں سند کے راویوں کا جائزہ لے کر حدیث کی صحت، ضعف یا حسن کا حکم لگایا جاتا ہے، یعنی "تحقیقِ حدیث" کا بنیادی مرحلہ۔)

یہ باب تین فصلوں پر مشتمل ہے: پہلی فصل میں دراسة الاسانید کے لیے علمِ جرح و تعدیل سے متعلقہ ضروری مباحث بیان کیے گئے ہیں، دوسری فصل میں کتبِ رجال کی اقسام کا تعارف ہے، اور تیسری فصل میں دراسة الاسانید کے عملی مراحل، مثالوں کے ساتھ، بیان کیے گئے ہیں۔

یہ باب دراصل تخریج کے بعد کا مرحلہ ہے، یعنی جب حدیث کا مصدر مل جائے تو اس کی سند کا مطالعہ کر کے اس پر حکم لگانا۔

الفصل الأول:

ما تحتاجه دراسة الأسانيد من علم الجرح والتعديل

(پہلی فصل: اسناد کا نقد و تجزیہ کرنے کے لیے علمِ جرح و تعدیل کی ضروری مبادیات)

تمہید: دراسة الاسانید اور حکم علی الحدیث کی حقیقت

مصنف رحمۃ اللہ علیہ «دراسة الاسانید» کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سے مراد سلسلہ اسنادِ حدیث کے ہر راوی کا مطالعہ کرنا ہے، ہر ایک کی طرف رجوع کر کے اس کا ترجمہ (سوانح) معلوم کرنا، قوی اور ضعیف راویوں کی عمومی معرفت، اور ہر ایک

کی قوت وضعف کے اسباب کی تفصیلی معرفت، نیز سلسلہ سند کے راویوں کے مابین اتصال یاانقطاع کا کشف۔

اس کے لیے راویوں کی تاریخِ ولادت ووفات کی معرفت درکار ہے، خصوصاً جب وہ «عن» کہہ کر روایت کریں(تاکہ تدلیس کاامکان جانچا جاسکے)،اور ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال پر اطلاع درکار ہے کہ فلاں راوی نے فلاں سے سنا یا نہیں سنا۔اس کے علاوہ خفیہ علتوں کے استخراج کے لیے سند پر گہری نظر، صحابہ وتابعین کی معرفت تاکہ موصول کو مرسل سے اور موقوف کو مقطوع سے ممتاز کیا جا سکے، اور «متفق ومفترق»، «متشابه»، «كنى والقاب» جیسے کئی ذیلی علوم کی معرفت بھی درکار ہے۔

جبکہ «حکم علی الحدیث» سے مراد وہ نتیجہ ہے جو دراسة الاسناد سے حاصل ہو، مثلاً یہ کہنا کہ ''یہ اسناد صحیح ہے'' یا ''یہ اسناد ضعیف ہے''،اور یہ ایک ایسا موضوع ہے جس کے دقیق قواعد واصول ہیں جنہیں صرف وہی شخص اچھی طرح اپلائی کر سکتا ہے جسے اسانید کی طویل مشق اور تجربہ حاصل ہو۔ متن پر حکم لگانا مزید مشکل کام ہے کیونکہ اس کے لیے مزید امور کا لحاظ درکار ہے، مثلاً کیا متن میں شذوذ یا علتِ قادحہ ہے؟ کیا یہ متن کسی اور سند سے بھی مروی ہے جس سے حکم بدل سکتا ہو؟ اسی لیے مصنف کہتے ہیں کہ متن پر حکم سند پر حکم سے کہیں زیادہ مشکل اور دقیق کام ہے، اور صرف بڑے جہابذہ ائمہ ہی اس پر قادر ہو سکے ہیں، جنہوں نے اس فن میں طویل عرصہ صرف کیا اور اسانید ومتون پر وسیع اطلاع رکھی۔

انقسامِ حدیث الی سند ومتن:

(حدیث کی دو بنیادی اجزاء (سند اور متن) میں تقسیم)

ہر حدیث دو حصوں پر مشتمل ہوتی ہے: سند اور متن۔

اصطلاحِ محدثین میں ان دونوں کے بغیر کسی چیز کو "حدیث" تصور نہیں کیا جاسکتا، البتہ بعض اوقات بعض مصنفات یا اجزاء میں جمع شدہ احادیث کے متون کبھی اپنی اسانید سے الگ (مجرد) بھی نظر آتے ہیں۔ یہ اس لیے ہوتا ہے کہ بعض علماء نے مبتدی طلبہ، بچوں، یا عوام کی سہولت کے لیے اختصاراً اسانید کو حذف کر دیا ہوتا ہے، جبکہ جو لوگ اسانید کے ساتھ حدیث چاہتے ہیں وہ اصل مصادر کی طرف رجوع کرتے ہیں جہاں سے وہ متن اخذ کیا گیا ہو۔

"سند" لغت میں «معتمَد» کو کہتے ہیں، اور اسے اسی لیے سند کہا گیا کیونکہ متن اسی پر ٹیک لگاتا اور اعتماد کرتا ہے۔ اصطلاح میں سند اس سلسلۂ رجال کو کہتے ہیں جو متن تک پہنچائے۔

"متن" لغت میں زمین کے اس حصے کو کہتے ہیں جو سخت اور بلند ہو۔ اصطلاح میں وہ کلام ہے جس پر سند جا کر ختم ہوتی ہے۔

قيمة الاسناد واهميته:

(اسناد کی قدر واہمیت)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اسناد اس امت کی ایک ایسی خصوصیت ہے جو پچھلی امتوں کو حاصل نہیں تھی، اور اسی وجہ سے پچھلی امتوں کی آسمانی کتابیں ضائع ہو گئیں اور تحریف کا شکار ہوئیں، جیسے ان کے انبیاء کی صحیح خبریں ضائع ہو گئیں اور دجالوں کے جھوٹ اور باطل تاویلات ان کی جگہ لے لیں۔

اسناد کے ساتھ اخبار کی نقل میں اس قدر اہتمام امت کی سنتوں میں سے ایک مؤکد سنت اور اس کی نمایاں علامت ہے، اسی لیے مسلمان پر لازم ہے کہ حدیث و خبر کی نقل میں اسناد پر اعتماد کرے۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے دو مشہور اقوال نقل کیے ہیں:

امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

«الاسناد من الدین، ولولا الاسناد لقال من شاء ما شاء»

(اسناد دین کا حصہ ہے، اگر اسناد نہ ہوتا تو جو چاہتا جو چاہتا کہہ دیتا)

اور امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

«الاسناد سلاح المؤمن»

(اسناد مومن کا ہتھیار ہے)۔

اسناد کی قدر و قیمت اس کی تعریف میں بھی نمایاں ہے: وہ رجال جن پر اسناد کی بنا ہو، اور ان کے حالات کی چھان بین کتبِ تراجمِ رواۃ میں کی جاتی ہے، جس سے اسناد کے اتصال یا انقطاع کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اگر اسناد نہ ہوتی تو صحیح احادیث کو موضوع (گھڑی ہوئی) روایات سے ممتاز کرنا ناممکن ہو جاتا، اور ہر بدعتی و مبطل کو کذب گھڑنے کی جرأت مل جاتی، جیسا کہ ابن مبارک کے قول میں گزرا۔

علمِ جرح و تعدیل کی حاجت اور رواۃ کی مرتبہ حدیث کی معرفت:

اسنادِ حدیث کے رجال پر حکم لگانے اور حدیث کے مرتبے کی معرفت کے لیے علمِ جرح و تعدیل کی حاجت نہایت شدید ہے، کیونکہ محقق اسنادِ حدیث کی دراسۃ کا آغاز ہی اس فن کے قواعد جانے بغیر نہیں کر سکتا، یعنی راوی کی مقبولیت کی شرائط کی معرفت، اور اس کی عدالت و ضبط کے ثبوت کا طریقہ۔

محقق کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ تراجمِ رواۃ کی کتب پڑھ کر کوئی مفید نتیجہ اخذ کر سکے جب تک وہ جرح و تعدیل کے قواعد اور اس فن کی اصطلاحی الفاظ کے معانی سے

واقف نہ ہو، جن کے مراتب تعدیل کے سب سے اعلیٰ درجے سے شروع ہو کر جرح کے سب سے پست درجے تک جاتے ہیں۔

شروطِ قبولِ الراوی:

(راویِ حدیث کی قبولیت کے شرائط ومعیار)

جمہور ائمہ رحمۃ اللہ علیہم حدیث و فقہ کا اتفاق ہے کہ جس راوی کی روایت سے حجت لی جائے،اس میں دو بنیادی شرطیں ضروری ہیں:

① **عدالت**: یعنی راوی کا مسلمان، بالغ، عاقل، اور فسق کے اسباب اور مروت کے خلاف امور سے سالم ہونا۔

② **ضبط**: یعنی راوی کا حافظہ خراب نہ ہو، بہت زیادہ غلطیاں نہ کرے، ثقہ راویوں کی مخالفت نہ کرے،اوہام کا شکار نہ ہو،اور غافل نہ ہو۔

عدالت کیسے ثابت ہوتی ہے؟

عدالت دو طریقوں سے ثابت ہوتی ہے:

① ائمہ جرح وتعدیل میں سے کسی ایک یا زیادہ کی صریح تنصیص کے ذریعے، جو کتبِ جرح وتعدیل میں مذکور ہو۔

② استفاضہ اور شہرت کے ذریعے: یعنی راوی کی عدالت اس قدر مشہور اور معروف ہو کہ اس کی صداقت اور راست بازی زبان زدِ عام ہو، جیسے امام مالک، انس بن مالک، دونوں سفیان (ثوری و ابن عیینہ)، اوزاعی اور لیث بن سعد وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم ایسے حضرات کو کسی امام جرح وتعدیل کی تعدیل کے لیے سوال کرنے کی حاجت نہیں۔

عدالت کے ثبوت میں ابن عبدالبر کا مذہب:

حافظ ابن عبدالبر المغربی کی رائے یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو علمِ معروف کا حامل ہو،

اس کا معاملہ عدالت پر محمول ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کی جرح واضح ہو جائے، اور ہمیں یہ ضرورت نہیں کہ ہم اس کی عدالت کے بارے میں سوال کریں۔

انہوں نے اس پر یہ حدیث بطور دلیل پیش کی:

«يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله، ينفون عنه تحريف الغالين، وانتحال المبطلين، وتأويل الجاهلين»۔

مصنف نے واضح کیا کہ یہ رائے علماء کے نزدیک مرضی نہیں، کیونکہ یہ حدیث صحیح ثابت نہیں، اور بالفرض اس کی صحت مان بھی لی جائے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر علم کا حامل عادل ہو، بلکہ یہ کہ اس علم کو ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی عادل ضرور اٹھائے گا، کیونکہ ایسا کوئی زمانہ نہیں پایا جاتا جس میں یہ علم کسی غیر عادل شخص کے ذریعے اٹھایا گیا ہو، خصوصاً اس دور میں۔

ضبطِ راوی کیسے پہچانا جاتا ہے؟

راوی کا ضبط اس بات سے پہچانا جاتا ہے کہ اس کی روایت متقن ثقہ راویوں کی روایات سے موافق ہو۔ اگر وہ ان کی روایت سے موافق پایا جائے تو وہ ضابط ہے، اور نادر مخالفت اسے نقصان نہیں دیتی، لیکن اگر اس کی مخالفت کثرت سے پائی جائے تو اس کا ضبط مختل شمار ہوتا ہے اور اس کی روایت حجت نہیں رہتی۔

کیا جرح وتعدیل بغیر سبب بیان کیے قبول ہوتے ہیں؟

تعدیل بغیر سبب بیان کیے مذہبِ صحیح مشہور کے مطابق قبول کی جاتی ہے، کیونکہ تعدیل کے اسباب اس قدر کثیر ہیں کہ انہیں شمار کرنا دشوار ہے، کیونکہ معدِّل کو ہر اس چیز کا ذکر کرنا پڑے گا جو راوی نے نہیں کی، جس سے وہ فاسق نہیں ہو، اور یہ نہایت مشکل کام ہے۔

جبکہ جرح صرف اس وقت قبول ہوتی ہے جب اس کا سبب واضح طور پر مفسر ہو، کیونکہ اس کی وجہ بیان کرنا مشکل نہیں، اور لوگ اسباب جرح میں مختلف رائے رکھتے ہیں۔ کبھی ایک شخص کسی چیز کو جرح شمار کرتا ہے جسے دوسرا جرح نہیں سمجھتا۔

امام ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے اسے فقہ اور اصولِ فقہ کا ظاہری مقرر مسئلہ قرار دیا ہے، اور خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ یہی مذہب محدثین کے ائمہ و نقاد کا ہے، جیسے امام بخاری اور مسلم وغیرہما، اسی لیے امام بخاری نے عکرمہ (مولی ابن عباس) اور اسماعیل بن ابی اویس اور عاصم بن علی اور عمرو بن مرزوق رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ سے استدلال کیا، باوجود اس کے کہ ان پر بغیر مفسر سبب کے جرح کی گئی تھی۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سوید بن سعید سے استدلال کیا، حالانکہ ان پر بھی طعن مشہور تھا۔ اسی طرح امام ابوداود سجستانی نے بھی یہی عمل کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ائمہ کا مذہب یہی رہا کہ جرح تب تک ثابت نہیں مانی جاتی جب تک اس کا سبب واضح نہ کیا جائے۔

کیا جرح وتعدیل ایک ہی شخص کے قول سے ثابت ہوتے ہیں؟

صحیح یہ ہے کہ جرح وتعدیل اہلِ فن میں سے ایک ہی شخص کے قول سے ثابت ہو جاتے ہیں، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اور یہ شہادت کی طرح دو گواہوں کے محتاج نہیں، اگرچہ بعض نے اسے دو کی شرط لگائی ہے، مگر مصنف اس رائے کو ضعیف اور غیر معتمد قرار دیتے ہیں۔

ایک ہی راوی میں جرح وتعدیل کا اجتماع:

اگر کسی ایک راوی کے بارے میں جرح اور تعدیل دونوں پائی جائیں، تو معتمد یہ ہے کہ جرحِ مفسر کو تعدیل پر مقدم کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر جرح مبہم اور غیر مفسر ہو تو

تعدیل کو ترجیح دی جاتی ہے۔ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ اگر معدِّلین (تعدیل کرنے والوں) کی تعداد جارحین (جرح کرنے والوں) سے زیادہ ہو تو تعدیل کو مقدم کیا جائے، مگر یہ رائے بھی غیر معتمد ہے۔

الفاظِ جرح وتعدیل اوران کے مراتب

امام ابو محمد عبدالرحمن ابن ابی حاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب «الجرح والتعدیل» کے مقدمے میں الفاظِ جرح وتعدیل کو چار مراتب میں تقسیم کیا ہے اور ہر مرتبے کا حکم واضح کیا۔

بعد میں حافظ ذہبی اور ان کے بعد حافظ عراقی نے تعدیل کے مراتب میں پہلے مرتبے سے بھی اعلیٰ ایک مرتبہ اور بڑھایا۔ یہ وہ الفاظ ہیں جن میں لفظِ توثیق دو بار مکرر آیا ہو، جیسے «ثقة ثقة» یا «ثقة حجة»۔

پھر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے بھی اعلیٰ ایک مرتبہ مزید بڑھایا، جو صیغۂ تفضیل پر مشتمل ہو، جیسے «اوثق الناس» یا «اثبت الناس»، جس سے تعدیل کے مراتب چھ ہو گئے۔ اسی طرح جرح کے مراتب میں بھی علماء نے دو مزید مراتب کا اضافہ کیا، جس سے جرح کے مراتب بھی چھ ہو گئے۔

مراتبِ الفاظِ تعدیل (چھ درجے، اعلیٰ سے ادنیٰ):

① توثیق میں مبالغہ پر دلالت کرنے والے یا وزنِ «افعَل» پر الفاظ، جیسے «فلان اليه المنتهى فى التثبت» یا «لا اعرف له نظيراً»، «اوثق الناس»، «اوثق الخلق»۔

②دو صفاتِ توثیق کی تاکید، جیسے «ثقة ثقة»، «ثقة ثبت»، «ثقة حجة»، «ثقة مامون»، «ثقة حافظ»۔

③توثیق پر بغیر تاکید دلالت کرنے والے، جیسے «ثقة»، «ثبت»، «حجة»، «عدل ضابط»۔

④ضبط کے اشعار کے بغیر تعدیل پر دلالت، جیسے «صدوق»،«محله الصدق»، «لا باس به»، «مامون»، «خيار»۔

⑤توثیق یا تجریح پر دلالت نہ کرنے والے، جیسے «فلان شيخ»، «روى عنه الناس»، «وسط»۔

⑥تجریح کے قریب تر، جیسے «صالح الحديث»، «يكتب حديثه»، «يعتبر به»، «مقارب الحديث»۔

ان مراتب کا حکم:

پہلے تین مراتب کے راویوں سے احتجاج کیا جاتا ہے، اگرچہ کچھ دوسروں سے قوی تر ہوں۔ چوتھے اور پانچویں مرتبے سے احتجاج نہیں کیا جاتا مگر ان کی حدیث بطورِ اعتبار لکھی جاتی ہے (پانچویں مرتبے کا راوی چوتھے سے کمتر شمار ہوتا ہے)۔ چھٹے مرتبے کے راوی کا امتحان لیا جاتا ہے، اگر اس کی حدیث ثقات کی احادیث کے موافق پائی جائے تو اسے قبول کیا جاتا ہے ورنہ نہیں۔

مراتبِ الفاظِ جرح (چھ درجے، آسان ترین سے شدید ترین تک):

①تلیین پر دلالت، جیسے «ليّن الحديث»، «فيه مقال»، «فيه ضعف»، «ليس بذاك»۔

②عدمِ احتجاج پر تصریح، جیسے «لا يحتج به»، «ضعيف»، «له مناكير»، «واهٍ»، «ضعّفوه»۔

③عدمِ کتابتِ حدیث پر تصریح، جیسے «لا يكتب حديثه»، «لا تحل الرواية عنه»، «ضعيف جداً»، «واهٍ بمرة»، «طرحوا حديثه»۔

④اتہامِ کذب پر دلالت، جیسے «متهم بالكذب»، «متهم بالوضع»، «يسرق الحديث»، «ساقط»، «ليس بثقة»۔

⑤کذب پر تصریح، جیسے «كذاب»، «دجال»، «يضع»، «يكذب»۔

⑥کذب میں مبالغہ (سب سے شدید مرتبہ)، جیسے «اكذب الناس»، «اليه المنتهى فى الكذب»، «ركن الكذب»، «معدن الكذب»۔

ان مراتب کا حکم:

پہلے اور دوسرے مرتبے کے راویوں سے طبعاً احتجاج نہیں کیا جاتا مگر ان کی حدیث اعتبار کے لیے لکھی جاتی ہے، اگرچہ دوسرا مرتبہ پہلے سے کمتر ہے۔ باقی چار مراتب (تیسرے سے چھٹے تک) کے راویوں سے نہ احتجاج کیا جاتا ہے، نہ ان کی حدیث لکھی جاتی ہے، نہ ان کا اعتبار کیا جاتا ہے، کیونکہ ایسی حدیث کسی دوسری کی تقویت کے لیے بھی صالح نہیں ہوتی۔

الفصل الثاني

أنواع الكتب المؤلفة في الرجال

(دوسری فصل: اسماءُالرجال (راویوں کے احوال) پر تصنیف کردہ کتب کی اقسام)

اس فصل میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کتبِ رجال کی سات اقسام کا تعارف کرایا ہے۔

فصل کا آغاز ایک تاریخی جھلک سے ہوتا ہے: علماءِ حدیث نے تراجمِ رجال میں کتابیں اسی لیے تصنیف کیں تاکہ سنتِ نبویہ کو کذب اور افتراء سے پاک رکھا جاسکے، چونکہ اسلام کے دشمن اسلام کا اعلانیہ مقابلہ نہ کرسکے تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کی زبان پر جھوٹ باندھنے کا مخفی راستہ اپنایا، اسی لیے علماء نے راویوں کے احوال کی چھان بین، ثقہ کو ضعیف سے اور سچے کو کذاب سے ممتاز کرنے پر بھرپور محنت کی اور بعض اماموں کو تو خلفاءِ مسلمین کے ہاتھوں شہید بھی کیا گیا۔ مصنف نے کتبِ رجال کو سات نمایاں اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

المصنفات في معرفة الصحابة

(صحابیات وصحابہ کرام کی شناخت اور ان کے احوال پر تصنیف کردہ کتب)

اس صنف کی اہمیت خاص طور پر حدیثِ مرسل کو موصول سے ممتاز کرنے میں ہے، کیونکہ جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ سند کے آخری راوی نے نبی کریم ﷺ کی بات براہِ راست کسی صحابی سے سنی یا کسی تابعی سے، اس وقت تک حدیث کا موصول یا مرسل ہونا طے نہیں کیا جاسکتا۔ تین مشہور کتب کا تعارف دیا گیا ہے:

الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب:

یہ ابن عبدالبر الاندلسی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جو اس موضوع کی معتبر ترین کتب میں سے ایک ہے، جس میں ساڑھے تین ہزار سے زائد تراجم ہیں، اسمائے صحابہ حروفِ معجم پر پہلے حرف کے اعتبار سے، پھر کنیت والوں کا ذکر، پھر نساءِ صحابیات۔

اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ:

یہ عزالدین ابن الاثیر الجزری رحمۃ اللہ علیہ م ٦٣٠ھ کی تصنیف ہے جو سات ہزار سے

زائد تراجم پر مشتمل، پچھلی کتب کی تہذیب وترتیب میں بھرپور محنت کا نتیجہ، حروفِ معجم پر مرتب، اور ہر ترجمے کے شروع میں سابقہ مصنفین کے رمز درج، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کس نے اس صحابی کا ذکر کیا۔

الاصابة فی تمییز الصحابة:

یہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جو اسمائے صحابہ کی جامع ترین اور شامل ترین کتاب، جس کے مصنف نے سابقہ تمام مصنفات کا مطالعہ کر کے ان سے استفادہ کیا، تہذیب کی، اور اپنی طرف سے زیادتیاں بھی کیں، جس سے یہ ایک نہایت حافل اور نافع تصنیف بن گئی۔

المصنفات فی الطبقات

(طبقاتِ رواۃ (راویوں کی ادوار / نسلوں کے لحاظ سے درجہ بندی) پر تصنیف کردہ کتب)

یہ کتب شیوخ کے تراجم کو طبقہ بہ طبقہ اور عصر بہ عصر مرتب کرتی ہیں، خواہ عمومی رجال کے طبقات ہوں یا کسی مخصوص گروہ کے، جیسے حفاظِ حدیث کے طبقات، قراء کے طبقات، یا شافعی فقہاء کے طبقات۔

مصنف نے دو نمایاں کتب پیش کی ہیں:

الطبقات الکبری:

یہ محمد بن سعد الواقدی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ کی تصنیف ہے جو آٹھ جلدوں پر مشتمل، جس میں پہلی جلد سیرتِ نبویہ کے لیے، دوسری غزوات و مرضِ وفات کے لیے، تیسری بدری صحابہ کے لیے، چوتھی مہاجرین وانصار کے لیے، پانچویں مدینہ کے تابعین کے لیے، چھٹی کوفہ کے صحابہ وتابعین کے لیے، ساتویں دیگر امصار میں نازل ہونے

والوں کے لیے، اور آٹھویں صحابیات وتابعیات کے لیے مختص کی گئی۔ چونکہ اس کے مصنف کو ائمہ جرح وتعدیل میں سے شمار کیا جاتا ہے، اس لیے یہ کتاب تراجمِ رجالِ حدیث کے مصادر میں معتمد شمار ہوتی ہے۔

تذکرۃ الحفاظ:

یہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ کی تصنیف ہے جو خصوصاً حفاظِ حدیث کے طبقات کے لیے وقف کی گئی، جس میں گیارہ سو چھہتر (۱۱۷٦) تراجم صحابہ سے لے کر خود مصنف کے عصر (آٹھویں صدی کے وسط) تک جمع کیے گئے۔ اس پر تین بڑے علماء (حسینی، ابن فہد مکی، سیوطی رحمۃ اللہ علیہم) نے تکمیلی ذیل بھی لکھے۔

المصنفات فی رواۃ الحدیث عامۃ

(عام راویانِ حدیث (کے احوال وسوانح) پر لکھی گئی تصنیفات وتالیفات)

یہ کتب کسی خاص گروہ (ثقات، ضعفاء) سے مختص نہیں بلکہ عمومی طور پر رواۃِ حدیث کے تراجم پر مشتمل ہیں۔

التاریخ الکبیر:

یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جو بارہ ہزار تین سو پندرہ تراجم کا حامل، حروفِ معجم پر مرتب، مگر پہلے حرف کے بجائے راوی کے باپ کے نام کے پہلے حرف کو معیار بنایا۔ کتاب کا آغاز اسمائے محمدین سے کیا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، پھر باقی اسماء کی ترتیب اپنائی۔ امام بخاری اپنی اصطلاح میں جرح کے لیے لطیف عبارات استعمال کرتے ہیں، جیسے «فيه نظر» یا «سكتوا عنه»، جو ان کے ہاں کذاب یا شدید جرح کی علامت ہے۔

الجرح والتعدیل:

ابن ابی حاتم الرازی کی یہ تصنیف امام بخاری کے اثر پر ہے، جس میں ہر راوی کے متعلق ائمہ کے اقوال بھرپور طریقے سے جمع کیے، آٹھ جلدوں میں شائع شدہ کتاب، حروفِ معجم پر مرتب مگر صحابہ کے نام ہمیشہ پہلے رکھے۔

المصنفات فی رجالِ کتب مخصوصة

(مخصوص حدیثی کتب کے راویوں کے احوال پر تصنیف کردہ کتب)

یہ سب سے اہم اور وسیع قسم ہے، خاص طور پر کتب ستہ (بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) کے رجال کے لیے۔ مصنف نے ان کتب کے مابین ایک واضح علمی سلسلہ (شجرہ) بیان کیا ہے۔

الکمال فی اسماء الرجال:

یہ حافظ عبدالغنی المقدسی الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ م ٦٠٠ھ کی تصنیف ہے جو کتب ستہ کے رجال میں سب سے قدیم اور بنیادی کتاب ہے، جسے بعد والوں نے اصل قرار دیا، اگرچہ اس میں کچھ استدراک اور تحریر کی ضرورت باقی رہ گئی تھی۔ اسی بنیاد پر:

تہذیب الکمال:

یہ حافظ جمال الدین المزی رحمۃ اللہ علیہ م ٧٤٢ھ نے اسے مکمل اور بہتر کیا، اگرچہ خود بھی طویل ہو گیا اور ابن سبکی کے بقول کوئی اس جیسی کتاب تصنیف نہ کر سکا۔ اس پر «اکمال تہذیب الکمال» (علاء الدین مغلطای م ٧٦٢ھ) کے نام سے ایک ذیل بھی لکھی گئی۔

پھر اسی سے دو شاخیں نکلیں: «تذهيب التهذيب» (امام ذہبی) اور «تہذیب التهذيب» (حافظ ابن حجر عسقلانی)۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی شاخ سے آگے «الکاشف» (ذہبی نے خود، جس میں صرف کتب ستہ کے رواۃ پر اقتصار کیا) نکلی، جبکہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی شاخ سے «تقريب التهذيب» (ابن حجر نے خود کی تصنیف، جو «تہذیب التهذيب» کا انتہائی اختصار ہے، اکثر ہر راوی پر ایک ہی سطر میں مکمل تعارف، اسمائے راوی، کنیت، نسبت، اور اس کے حکمِ جرح یا تعدیل کو بارہ مراتب میں تقسیم کر کے مقدمے میں بیان کیا) نکلی۔

آخر میں «خلاصة تذهيب تهذيب الكمال» (خزرجی م۹۲۳ھ) نے تقریب کے انداز میں مزید اختصار کیا۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تنبیہ کی کہ تقريب التهذيب اگرچہ نہایت مفید اور مبتدی طلبہ کے لیے کافی ہے، خاص طور پر حكم على الراوي معلوم کرنے میں، مگر اس میں ایک خامی ہے: ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اکثر یہ واضح نہیں کیا کہ جرح یا تعدیل کس امام کا قول ہے، بلکہ مجموعی رائے دے دی، اسی لیے الكاشف اور الخلاصه کو اس اعتبار سے امتیاز حاصل ہے کہ وہ ناقد کا نام بھی بتاتی ہیں۔

اسی سلسلے میں «تعجيل المنفعة بزوائد رجال الائمة الاربعة» (حافظ حسینی) کا بھی ذکر ہے، جو ان رواۃ کے تراجم جمع کرتی ہے جو «تہذیب الكمال» میں شامل نہیں مگر امام احمد، ابو حنیفہ، شافعی اور مالک رحمہم اللہ علیہم کے مسانید و کتب میں روایت کرتے ہیں۔

المصنفات فی الثقات خاصة

(خاص طور پر ثقہ (قابلِ اعتماد و معتبر) راویوں کے احوال پر تصنیف کردہ کتب)

یہ کتب صرف ثقہ راویوں کے تراجم پر مشتمل ہیں، غیر ثقہ راویوں کا ذکر نہیں کرتیں۔ «کتاب الثقات» (امام ابن حبان البستی م ۳۵۴ھ) اس صنف کی مشہور کتاب ہے، جو طبقات پر مرتب (صحابہ، تابعین، اتباع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین) ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ کتانی کے حوالے سے اہم تنبیہ نقل کی ہے کہ ابن حبان کی توثیق سب سے ادنیٰ درجے کی توثیق شمار ہوتی ہے، کیونکہ انہوں نے اس میں بہت سے مجہول راویوں کو بھی شامل کر لیا جن کے احوال معلوم نہیں، لہٰذا محقق کو چاہیے کہ ابن حبان کے کسی راوی کو محض اس کتاب میں ذکر ہونے کی بنا پر ثقہ نہ سمجھے، بلکہ باقی تفصیل معلوم کرے۔ «تاریخ اسماء الثقات» (عمر بن احمد ابن شاہین م ۳۸۵ھ) بھی اسی صنف کی ایک کتاب ہے۔

المصنفات فی الضعفاء والمتكلَّم فيهم

(خاص طور پر ضعیف اور مجروح/تنقید کا نشانہ بننے والے راویوں کے احوال پر تصنیف کردہ کتب)

یہ کتب ثقات کی کتب سے تعداد میں کہیں زیادہ ہیں، کیونکہ ان میں ہر اس شخص کا ذکر آجاتا ہے جس پر کسی نے کوئی کلام کیا ہو، خواہ وہ فی الواقع ضعیف نہ ہو۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کئی کتب کا تذکرہ کیا، جن میں الضعفاء الكبير والصغير (امام بخاری)، الضعفاء والمتروكون (امام نسائی، جو رجال میں شدت کے لیے معروف

ہیں)، الضعفاء (ابو جعفر العقیلی)، اور خصوصاً «معرفة المجروحین» (ابن حبان، جس کا مقدمہ نہایت نفیس ہے) شامل ہیں۔

سب سے جامع ترین اس صنف میں «میزان الاعتدال فی نقد الرجال» (امام ذہبی) ہے، جس میں گیارہ ہزار ترپین (۱۱۰۵۳) تراجم موجود ہیں، حروفِ معجم پر مرتب، اور آخر میں کتب ستہ کے رموز کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ اس پر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے «لسان المیزان» کے نام سے تکملہ لکھا، جس میں انہوں نے «میزان» کے تراجم اور «تہذیب الکمال» میں موجود نہ ہونے والے مزید تراجم کا اضافہ کیا۔

المصنفات فی رجالِ بلاد مخصوصة

(مخصوص شہروں اور علاقوں کے راویوں اور علماء کے احوال پر تصنیف کردہ کتب)

یہ کتب کسی خاص شہر یا علاقے کے علماء، شعراء، ادباء اور دیگر اہلِ فکر کے تراجم پر مشتمل ہوتی ہیں، خواہ وہ اُس علاقے کے اصل باشندے ہوں یا وہاں وارد ہوئے ہوں۔ چونکہ رجالِ حدیث کو ان میں سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے، اس لیے یہ کتب بھی تاریخِ رجال کے معتبر مراجع میں شمار ہوتی ہیں۔ مثالوں میں تاریخ واسط (بحشل الواسطی، م۲۸۸ھ)، مختصر طبقات علماء افریقیة وتونس (ابو العرب القیروانی)، تاریخ الرقه (محمد بن سعید القشیری)، اور تاریخ داریا (عبداللہ الغسانی الدارانی، م۳۷۰ھ) شامل ہیں۔

الفصل الثالث: مراحل دراسة الأسانيد

(تیسری فصل: اسناد کا نقد و تجزیہ (دراست) کرنے کے تدریجی مراحل و طریقہ کار)

یہ باب دوم کی آخری اور نہایت اہم فصل ہے، جس میں مصنف نے دراسة

الاسانید کا عملی طریقہ، دو تفصیلی نمونوں کے ذریعے، خود عملی طور پر کرکے دکھایا ہے: ایک مثال سنن نسائی سے، اور دوسری سنن دار قطنی سے۔ فصل کا آغاز ایک تمہید سے ہوتا ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ کن احادیث کو دوبارہ دراسۃ اسناد کی حاجت نہیں، اور کن کو ہے، پھر عملی طریقہ کار مرحلہ وار سکھایا گیا ہے۔

تمہید: کن احادیث کو اسناد کی دوبارہ دراسۃ کی حاجت نہیں:

بعض احادیث ایسی ہیں جن پر ماہر ائمہ و نقادِ حدیث پہلے ہی گہری نظر کے ساتھ بحث کر چکے ہیں اور حکم دے چکے ہیں، لہٰذا ان پر دوبارہ بحث کی حاجت نہیں، ورنہ ہم اس شخص کی طرح ہو جائیں گے جو سمندر کو ایک لوٹے سے ماپنے کی کوشش کرے۔

چار قسم کی احادیث اس زمرے میں آتی ہیں:

① صحیحین یا ان میں سے کسی ایک کی احادیث:

امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے صرف ایسی صحیح احادیث کو نظیف اسانید کے ساتھ نکالنے کا التزام کیا جو ضعیف یا متروک راویوں سے پاک ہوں اور خفیہ قادحہ علتوں سے بھی خالی ہوں۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ایک اہم تنبیہ دی ہے: بعض لوگ سائنسی یا عقلی بحث کے نام پر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ صحیحین میں کچھ ضعیف احادیث موجود ہیں، اور اس کی وجہ بعض احادیث کا بظاہر عقل یا سائنسی نظریات سے متصادم ہونا بتاتے ہیں۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے حضرات کی دو قسمیں بیان کیں: ایک وہ جو خود کو عالم ظاہر کرنا چاہتے ہیں مگر ائمہ حدیث کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکتے، دوسرے وہ جو اسلام دشمنوں سے متاثر ہو کر خدمتِ حدیث کے پردے میں شکوک پھیلاتے ہیں۔ امام نووی اور امام ابن الصلاح کے حوالے سے یہ ثابت کیا کہ صحیحین کی تمام احادیث پر امت کا

تلقی بالقبول ہو چکا ہے اور ان پر بحث کی حاجت نہیں۔

②وہ کتب جن کے مصنف نے صرف صحیح احادیث نکالنے کا التزام کیا:

جیسے مستخرجاتِ صحیحین کی زیادات (جن کے بارے میں ابن الصلاح کہتے ہیں کہ محض ان مستخرجات میں پائے جانے کا مطلب ہی صحت پر کافی دلیل ہے)، صحیح ابن خزیمہ (جسے سیوطی صحیح ابن حبان سے بھی زیادہ متشدد قرار دیتے ہیں)، اور صحیح ابن حبان۔

③وہ احادیث جن کی صحت پر معتمد ائمہ نے تصریح کی ہو:

جیسے کتبِ سنن مشہورہ (ابوداود، ترمذی، نسائی، سنن دارقطنی) میں، بشرطیکہ مصنف نے خود اس حدیث کی صحت پر نص کی ہو (چونکہ ان کتب کے مصنفین نے صرف صحیح حدیث نکالنے کا التزام نہیں کیا)، یا کسی امام نے اس کی صحت پر تصریح کر کے صحیح سند سے نقل کیا ہو، جیسے مسائلِ امام احمد بن حنبل۔

④وہ احادیث جن پر سابقہ ائمہ نے حکم لگا کر ان کا درجہ واضح کر دیا ہو:

یعنی حسن، ضعیف، منکر یا موضوع کا حکم، البتہ مستدرکِ حاکم کی وہ احادیث جن پر امام حاکم نے تصحیح کی مگر امام ذہبی خاموش رہے، انہیں دوبارہ دراسۃ کی حاجت باقی ہے کیونکہ حاکم صحیح میں متساہل مشہور ہیں۔

طريقة دراسة الاسناد

(اسنادِ حدیث کا نقد و تجزیہ (دراست) کرنے کا عملی و علمی طریقہ کار)

مصنف بتاتے ہیں کہ چونکہ علماءِ حدیث نے حدیثِ صحیح کی پانچ شرائط پر اتفاق کیا ہے:

عدالتِ رواۃ، ضبطِ رواۃ، اتصالِ سند، عدمِ شذوذ، اور عدمِ علت۔

اس لیے دراسۃ الاسناد کا مقصد یہی ہے کہ ان پانچ شرائط کے پائے جانے یا نہ پائے جانے کی تحقیق کی جائے، تاکہ اسی دراسۃ کی بنیاد پر حدیث پر حکم لگایا جاسکے اور اس کا مرتبہ متعین ہو، لہٰذا کام کا آغاز رجالِ اسناد کے تراجم کی تلاش سے کیا جاتا ہے، تاکہ ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال معلوم ہو سکیں، جو پہلی اور دوسری شرط (عدالت و ضبط) کی تحقیق کے لیے بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

کیفیت اخراجِ ترجمہ:

(کسی راویِ حدیث کے احوال و سوانح (ترجمہ) کو تلاش کرنے اور علمی طور پر مرتب کرنے کا عملی طریقہ کار)

جیساکہ فصلِ ثانی میں کتبِ رجال کی اقسام گزریں، محقق کو چاہیے کہ وہ راوی کے بارے میں پہلے سے موجود معلومات کی روشنی میں مناسب کتاب کا انتخاب کرے مثلاً اگر معلوم ہو کہ راوی کتب ستہ کا راوی ہے یا کسی خاص بلد یا طبقے سے تعلق رکھتا ہے تو اسی مناسبت کی کتاب سے ترجمہ نکالا جائے، ورنہ صرف نام کی بنیاد پر عمومی کتبِ تراجم میں تلاش کی جائے، جو حروفِ معجم پر مرتب ہیں۔

مثال لدراسة الاسناد عمليًا، (سنن نسائی):

(اسنادِ حدیث کا نقد و تجزیہ (دراست) کرنے کی عملی مثال)

مصنف نے سنن نسائی کی ایک روایت بطورِ مثال منتخب کی۔ یہ حدیث «لا يجوز لامرأة عطيى الا باذن زوجها» (عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر - اپنے مال میں سے - عطیہ نہیں دے سکتی) کے موضوع پر ہے۔

اس کی اسناد میں چھ راوی ہیں: اسماعیل بن مسعود، خالد بن الحارث، حسین المعلم،

عمرو بن شعیب، شعیب (عمرو کے والد)، اور عبداللہ بن عمرو (ابن العاص)۔

چونکہ یہ تمام راوی کتب ستہ کے رجال میں شامل ہیں، اس لیے ان کے تراجم چار مطبوعہ کتب سے نکالے گئے: تہذیب التهذيب، تقريب التهذيب (دونوں ابن حجر)، الكاشف (ذہبی)، اور خلاصه تذهيب تهذيب الكمال (خزرجی)۔ مصنف نے تقريب التهذيب سے آغاز کیا اور ہر راوی کا مختصر ترجمہ اور حکم پیش کیا۔

خلاصۂ نتائج (عدالت وضبط):

پہلے تین راوی (اسماعیل بن مسعود، خالد بن الحارث، حسین المعلم) بالاتفاق عدول اور ضابط ہیں، کیونکہ ائمہ نے انہیں موثق کیا اور جرح نہیں کی۔ چھٹے راوی (عبداللہ بن عمرو) صحابی ہیں، اور صحابہ سب کے سب ثقہ ہیں۔ چوتھے راوی (عمرو بن شعیب) کے بارے میں توثیق میں اختلاف ملتا ہے، مگر مصنف نے ثابت کیا کہ یہ اختلاف دراصل عمرو کی اپنی عدالت وضبط سے متعلق نہیں بلکہ اس امر سے متعلق ہے کہ کیا عمرو نے اپنے والد شعیب سے (اور شعیب نے دادا عبداللہ سے) خود سنا یا نہیں اور چونکہ عمرو نے اپنے والد سے سماع کی تصریح کی، اس لیے اس روایت میں عمرو ثقہ شمار ہوئے۔ پانچویں راوی (شعیب) کا معاملہ بھی اپنی ذات میں ثقہ ہونے کا ہے، مگر ان کے اپنے دادا عبداللہ سے سماع کے بارے میں راجح یہی ہے کہ انہوں نے سنا۔

اتصالِ سند کی بحث:

پہلے تین راویوں کے مابین صراحتاً سماع کے الفاظ («اخبرنا»، «حدثنا») استعمال ہوئے، لہٰذا یہاں اتصال ثابت ہے۔ چوتھے راوی حسین المعلم کی حسین سے عمرو تک روایت «عن» سے ہے، مگر چونکہ حسین مدلس نہیں، اس لیے عنعنہ اتصال پر محمول ہوتا

ہے۔ پانچویں مرحلے (عمرو عن شعیب) میں چونکہ عمرو نے سماع کی تصریح کر دی، سند متصل رہی۔

چھٹے مرحلے (شعیب عن عبداللہ) میں اشکال یہ تھا کہ شعیب کو طبقۂ ثانیہ کے مدلسین میں شمار کیا جاتا ہے، مگر چونکہ اس طبقے کے مدلسین کی عنعنہ صحیحین میں بھی محمول علی الاتصال کی جاتی ہے (ان کی امامت کی وجہ سے اور تدلیس کی کمی کی وجہ سے)، اور چونکہ شعیب کا اپنے دادا عبداللہ سے سماع بھی راجح قول کے مطابق ثابت ہے، اس لیے یہ سند بھی متصل قرار پائی۔

شذوذ و علت کی بحث:

مصنف کہتے ہیں کہ شذوذ و علت کا کھوج نہایت مشکل کام ہے، کیونکہ اس کے لیے کسی حدیث کے تمام طرق پر وسیع اطلاع درکار ہے تاکہ رواۃ کے اختلاف کو جمع کر کے دیکھا جاسکے۔ اپنی حدود کے مطابق مصنف نے اس حدیث میں کوئی ظاہری شذوذ یا علت نہیں پائی۔

حکمِ نہائی:

اس حدیث کی اسناد "حسن" کے درجے میں شمار کی گئی، کیونکہ اگرچہ رجالِ اسناد ثقہ ہیں، مگر عمرو بن شعیب اور ان کے والد شعیب رجالِ صحیح کے اعلیٰ درجے میں شمار نہیں ہوتے بلکہ رجالِ صحیح کے ادنیٰ درجے میں آتے ہیں، لہٰذا یہ حدیث صحیح کی قوت پر نہیں بلکہ مراتبِ حسن کے اعلیٰ درجے یا مراتبِ صحیح کے ادنیٰ درجے میں شمار ہوتی ہے۔ چونکہ اسے نسائی کے علاوہ امام احمد اور ابوداود نے بھی روایت کیا اور خاموش رہے (جو ابوداود کے ہاں صلاحیتِ احتجاج کی علامت ہے)، اسی بناپر امام ذہبی نے بھی اس سلسلۂ سند (عمرو عن ابيه عن جده) کو "حسن" کے ادنیٰ درجے میں شمار کیا۔

استحسانِ اكتفاءِ باحث بالقول

«صحيح الاسناد» او «حسن الاسناد»

(باحث (محقق) کا متن کے بجائے صرف ''صحیح الاسناد'' یا ''حسن الاسناد'' کہنے پر اکتفا کرنے کو استحسان/ترجیح دینا)

چونکہ شذوذ اور علت کا نفی یا اثبات نہایت مشکل کام ہے جس پر ہر باحث قادر نہیں، اس لیے مصنف تجویز کرتے ہیں کہ محقق کے حق میں بہتر یہی ہے کہ وہ اپنی بحث کے اختتام پر «صحيح الاسناد»، «حسن الاسناد»، یا «ضعيف الاسناد» کہے، نہ کہ براہِ راست «صحيح الحديث» یا «ضعيف الحديث»، کیونکہ ممکن ہے کوئی دوسری حدیث اس کے معارض اور اس سے قوی سند کے ساتھ موجود ہو، جس سے یہ حدیث شاذ قرار پا جائے، یا ممکن ہے کوئی مخفی علت ہو جسے محقق دریافت نہ کر سکا ہو۔ اس فرق کو امام ابن الصلاح نے واضح کیا ہے: «صحيح الاسناد» کہنے کا مطلب ہے کہ سند کے رجال ثقہ اور متصل ہیں، مگر شذوذ و علت کی نفی کی ضمانت نہیں دی جا رہی، جبکہ «صحيح الحديث» کہنا اس حدیث کی مطلق صحت کا دعویٰ ہے۔

مثال آخر ليس في الكتب الستة (سنن دار قطنی سے):

(ایک اور مثال جو کتبِ ستہ (صحاحِ ستہ) میں موجود نہیں ہے)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے جان بوجھ کر دوسری مثال کتب ستہ سے باہر کی ایک روایت سے دی، تاکہ باحث اُن راویوں کے تراجم نکالنے کی مشق کر سکے جو کتب ستہ کے رجال میں شامل نہیں۔

یہ حدیث سنن دار قطنی سے ہے:

«انما هلكت بنو اسرائيل حين حدث فيهم المولَّدون ابناء سبايا الامم، فوضعوا الرأى، فضلوا»

(بنی اسرائیل اسی وقت ہلاک ہوئے جب ان میں مولدین (سبایا کی اولاد) نے (دین میں) اپنی رائے گھڑنی شروع کردی، تو وہ گمراہ ہوگئے)۔

چونکہ اس سند کے رواۃ کتب ستہ میں نہیں ملتے، مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے دار قطنی کی وفات (۳۸۵ھ) اور ان کے تعلق کو مد نظر رکھتے ہوئے، خطیب بغدادی کی ''تاریخ بغداد'' کی طرف رجوع کیا (کیونکہ دار قطنی بغدادی تھے اور خطیب نے محدثینِ بغداد رحمۃ اللہ علیہم کے تراجم پر بھرپور کتاب لکھی ہے)، اور وہاں سے پہلے راوی عبداللہ بن محمد بن سعید الجمال کا ترجمہ تلاش کیا۔ (اس سلسلے کے بقیہ رواۃ میں الکلبی بھی شامل ہیں، جو حدیث کی دنیا میں اپنے ضعف کے لیے معروف ہیں، گو مصنف نے اس مثال کی تفصیلی نتیجہ الگ سے بیان نہیں کی، بلکہ مقصد صرف تراجم نکالنے کا طریقہ سکھانا تھا۔)

الكتب التى يستعان بها فى كشف العلة والشذوذ

(وہ (علمی وحدیثی) مصادر و مراجع جن سے حدیث کی علّت (مخفی عیب) اور شذوذ کو ظاہر کرنے میں مدد لی جاتی ہے)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے واضح کیا کہ علماء نے خاص طور پر ''احادیثِ شاذہ'' کی معرفت کے لیے الگ کتب تصنیف نہیں کیں، کیونکہ شذوذ کا ظہور علت کی ایک قسم کے طور پر بعد میں ہوا۔ بہت سے ائمہ حدیث کو معلول اس بنا پر قرار دیتے ہیں کہ فلاں راوی نے حدیث کو دوسرے راویوں کی مخالفت میں روایت کیا، حالانکہ وہ راوی ان سے زیادہ ثقہ

اور ثابت تھا؛ حقیقت میں یہی معلل حدیث شاذ سے زیادہ عام اصطلاح ہے، اور شذوذ علت کی ایک نوع ہے، جیسے اضطراب اور قلب۔

مشہور ترین کتبِ علل میں علل الحدیث (ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ)، العلل ومعرفۃ الرجال (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ)، العلل (ابن المدینی رحمۃ اللہ علیہ)، العلل الکبیر والصغیر (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ)، اور سب سے جامع و وسیع **العلل الواردة فی الاحادیث النبویة** (امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ) شامل ہیں۔

خلاصة المراحل فی دراسة الاسناد

(اسنادِ حدیث کا نقد و تجزیہ (دراست) کرنے کے تمام مراحل کا علمی خلاصہ)

مصنف نے فصل کے اختتام پر پورے طریقۂ کار کا خلاصہ پانچ مراحل میں پیش کیا:

① کتبِ تراجم سے رواۃِ اسناد کے تراجم نکالنا۔

② اتصالِ سند یا انقطاع کے کشف کے لیے خاص طور پر توجہ دینا، جس میں

(الف) رواۃ کے موالید و وفیات، بلدان اور رحلات کا لحاظ۔

(ب) مدلسین کے تراجم پر خاص توجہ اگر انہوں نے عنعنہ کیا ہو اور سماع کی تصریح نہ کی ہو۔

اور (ج) ائمہ کے ان اقوال کا لحاظ جو بعض رواۃ کے ایک دوسرے سے سماع یا عدمِ سماع پر ہوں، شامل ہیں۔

③ عدالت و ضبطِ رواۃ کے متعلق:

(الف) ہر ترجمے میں الفاظِ جرح و تعدیل اور ان کے مراتب کا لحاظ۔

(ب) اگر ایک ہی راوی میں جرح و تعدیل متعارض ہوں تو ان سے نمٹنے کا طریقہ۔

(ج) قائلِ الفاظِ جرح وتعدیل کی معرفت اور کیا اس کی اپنی خاص اصطلاح ہے۔

(د) ائمہ میں سے متشدد اور متساہل کون ہیں اس کی معرفت۔ ... اور ...

(ھ) اقرانِ رواۃ کے ایک دوسرے کے بارے میں اقوال کا لحاظ (کیونکہ اقران کی ایک دوسرے پر جرح بعض اوقات باہمی رقابت کی بنا پر ہوتی ہے اور معتبر نہیں ہوتی)۔

④ حدیث پر حکم لگانے سے قبل کتبِ علل میں نظر کرکے علت و شذوذ کا کشف یا اس کی عدم موجودگی کی تحقیق کرنا۔

⑤ حدیث پر حکم لگانے میں باحث کے لیے «صحيح الاسناد»، «حسن الاسناد»، یا «ضعيف الاسناد» کہنے پر اکتفا کو مستحسن سمجھنا (نہ کہ مطلق «صحيح الحديث» وغیرہ)۔

☆...☆...☆

خاتمہ

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کتاب کا اختتام ایک مختصر اور دل کو چھو لینے والی خاتمہ سے کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے تخریج اور دراسة الاسانید کے موضوع پر یہ کتاب لکھنے کی توفیق دی، اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے محققین کی اس موضوع میں ضرورت پوری کرنے کا ذریعہ بنائے، اسے اپنی رضا کے لیے خالص کرے، اور اس سے عام طلبۂ علم اور خصوصاً حدیث سے وابستہ اہلِ علم کو نفع پہنچائے۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ بتاتے ہیں کہ اس کتاب کی تسوید (مسودہ تیار کرنا) اور مقدمہ لکھنے کا کام مسجدِ نبوی شریف کی روضۂ مبارکہ میں مکمل ہوا۔ مدینہ منورہ میں، مغرب اور عشاء کے درمیان، ہفتے کی رات، ۱۸ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ کو۔ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد اس کی شان کے لائق الفاظ میں بجا لاتے ہیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود وسلام بھیجتے ہوئے کتاب کا اختتام کرتے ہیں۔

کتاب پر «وکتب: محمود الطحان» (لکھا از: محمود الطحان) درج ہے۔

☆...☆...☆